مجھے

Sana

ثناء

چاہیے

Written by

عامر ثقلین

اپریل ۲۰۲۱

اہم کردار:

عامر ثقلین

ثناء بشیر

بشیر احمد

(ثناء کے والد)

طلحہ (ثناء کا ماموں)

طلحہ فردوس (ثناء کی ممانی)

تائی اماں

خادم حسین (عامر کے والد) والدین، (دونوں کے)، استانی (ثناء کی)، زونگ کا

نمائندہ، نادرہ میں آفیسر، کمرہ امتحان کے نگران

سفیان (ریڈیو کے مالک)

ثناء کی کالج والی سہیلیاں

ناظم حسین (خطیب)

اور

محمود، جوگی، انسپیکٹر، چودھری صاحب، نمبردار، دولہا دلہن، نشئی، عاقب،

ثاقب، صغیر، ارسلان، پولیس والا، عابدہ، ساجد وغیرہ

Dedicated to: **Sana Bashir**

I miss my friend's words.

(Amir Saqlain)

عامر ایک خوش مزاج سا لڑکا ہے کسی دوست سے ملنے گیا تو اس نے اگے سے لیکچر دے دیا کہ پیار میں بڑی طاقت ہوتی ہے پیار میں انسان سب کچھ کر سکتا ہے پیار سے ہی دنیا ہے پیار سے ہی سب کچھ پیار کرنے سے انسان میں ایک انوکھی طاقت اجاتی ہے پیار یہ ہے پیار وہ ہے عامر بہت خوش ہوتا ہے اور سوچتا ہے کہ اب جو بھی ہو میں بھی پیار ضرور کروں گا لیکن پھر عامر سوچا ہے کہ پیار ہوتا کیسے ہے

اپنے دوست سے پوچھتا ہے کہ یار بتاؤ کہ پیار کیسے ہوتا ہے دوست کہتا ہے یار تم ایسا کرو یہاں سے چلنا شروع کرو اور راستے میں لوگ گنتے جانا جو بھی انسان تمہیں ایک سو نمبر پورا ہونے پہ ملے تو اس کو ذہن میں اچھی طرح رکھ لینا نمبر پورا ہونے پہ اس سے گفتگو کرنے کی کوشش کرنا اس کا نام پوچھنا اس کے بارے میں سوچتے رہنا تو تمہیں اس سے پیار ہو جائے گا اور ہاں تھوڑا بن سنور کے جانا یہاں پہ سب کچھ پڑا ہے ۔۔

عامر کیا بات ہے میں اب ایسا ہی کروں گا

پھر عامر اپنے بالوں پہ تیل لگاتا ہے بالوں کو سنوارتا ہے پھر نئے کپڑے پہنتا ہے پھر خوشبو لگاتا ہے اور پھر سب سے عمدہ جوتے پہنتا ہے یہ لوگ ہو گیا بندہ تیار۔۔ پھر وہ اپنے دوست کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہاں سے نکلتا ہے راستے میں اس کو مانگنے والا رکشے والا ریڑھی والا حافظ نشئی پکوڑے والا دھوبی استاد اس طرح لوگ ملتے جاتے ہیں اور وہ گنتا جاتا ہے اور جب وہ 99 پورے ہو جاتے ہیں تو اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے کہ جو بھی اب نظر آیا میں نے اس سے پیار کر لینا ہے ۔۔ جیسے ہی وہ آنکھ کھولتا ہے تو سامنے ایک خوبصورت مسکراتی ہوئی لمبے لمبے بالوں والی اور حسین شلوار قمیض پہنے ہوئے ایک لڑکی نظر آتی ہے

خوشی سے جھوم اٹھتا ہے کہ اب تو اس سے ہی پیار کرنا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس کا نام کیا ہے ؟ اس سے بات کیسے کروں ؟ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا ہوتا ہے کہ وہ لڑکی بھی رکشے والے کو ہاتھ دیتی ہے اور اس میں بیٹھ جاتی ہے اور جیسے ہی رکشہ چلتا ہے تو وہ اس کے پیچھے دوڑ لگا دیتا ہے ۔ ۔ کسی دوسرے رکشے والے کو ہاتھ دے کر روکتا ہی نہیں دوڑتے دوڑتے جوتی اکھڑ جاتی ہے تو اسے ہاتھ میں پکڑ کر دوڑ لگانا شروع کر دیتا ہے ۔ ۔ راستے میں کسی درخت کی شاخ سے کپڑا اٹک جاتا ہے اور جب وہ زور سے کھینچتا ہے تو وہ قمیض کے نازک حصہ اک چیخ کی آواز دیتا ہوا قمیض کو الوداع کہہ دیتا ہے. جس سے اس کی کمر کو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا لگتی ہے اور وہ دوڑ لگا تا رہتا ہے راستے میں یک دم کوئی اور رکشہ اچانک سے اس کے سامنے آتا ہے وہ منفر د گرم اور میک آپ ہوا جسے عرف عام میں دھواں کہتے ہیں اس کے منہ پر اپنا کچھ عکس چھوڑتا ہوا آگے کی طرف روانہ ہو جاتا ہے جیسے ہی اس کو کچھ سکون کا سانس آتا ہے تو اس کا پاؤں کیلے کے ایک چھلکے سے لگتا ہے اور وہ سڑک کے کنارے پڑے لوگوں کے خستہ حال سامان جن میں کچھ چھلکوں والے لفافے روٹی سالن اخبار اپنی موجودگی کو ظاہر کرتا ہوا پیاز ایک زرد پھل جس کو ننھی مخلوق کے خدا کے لیے وقف کیا ہوتا ہے اس سے جا کر ملتا ہے اور ان کو کبھی کچھ نقوش تن من پر آ جاتے ہیں لیکن صد شکر کے وہ رکشہ جس کا وہ پیچھا کر رہا ہوتا ہے وہ ایک ایکڑ دور رک جاتا ہے ۔ ۔ اور وہ لڑکی اس سے باہر آ جاتی ہے وہ دوڑ لگا کر رکشے تک پہنچ جاتا ہے تب تک لڑکی کرایہ دے چکی ہوتی ہے ۔ ۔ عامر کے ہاتھ میں جوتے ہوتے ہیں اور حالت بالکل درویشوں والی پھر وہ اس لڑکی سے پوچھتا ہے تمہارا نام کیا ہے وہ سمجھتی ہے کہ یہ لڑکا دماغ کا مریض ہے اور وہ 10 روپے نکال کر اس کے ہاتھ پہ رکھ دیتی ہے ۔ ۔ پھر وہ کہتا ہے نہیں، نہیں، آپ کا نام کیا ہے ؟

وہ کہتی ہے "ثناء"

عامر اسے 10 روپے واپس دینے کی کوشش کرتا ہے تو وہ بہت خوش اخلاقی سے پیش آتے ہوئے کہتی ہے "تم اس سے رکھ لو کوئی چیز لے کر کھا لینا"

اور یہ کہتے ہوئے اپنے گھر میں چلی جاتی ہے وہ بہت خوش ہوتا ہے اور پھر اسے یاد آتا ہے کہ گھر بھی جانا تھا ابو انتظار کر رہے ہوں گے۔۔

پھر وہ ایک رکشے والے کو روکنے کے لیے ہاتھ دیتا ہے تو رکشے والا یہ کہتے ہوئے گزر جاتا ہے کہ معاف کردو۔۔

پھر وہ دوسرے رکشے والے کو کہتا ہے تو وہ بھی نہیں رکتا تو وہ بہت حیران ہوتا ہے کہ پہلے جب ہم نہیں روکتے تھے تب بھی رک جاتے تھے اور اب خود روک رہا ہوں تو پھر بھی کوئی نہیں رک رہا۔۔ پھر اپنی حالت پر غور کرتا ہے پر اب کیا کریں!

اس حالت میں پیدل سفر اس کو ویسے راستے میں بہت سارے لوگ روپیہ دینے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وہ قبول نہیں کرتا تو وہ یہ کہتے ہوئے جاتے ہیں کہ ہمارے لیے بھی دعا کرنا۔۔

جب گھر پہنچتا ہے تو وہاں اس کی ماں دیکھتے ہی شور مچا دیتی ہے عامر کے ابا دیکھو ہمارے بیٹے کو کسی نے مارا ہے۔۔

وہ فوراً اندر سے بندوق لے کر آجاتا ہے اس کے ابو کی صحت کمزور سی ہوتی ہے مگر مونچھیں کافی بڑی بڑی بات کرتے ہوئے صرف مونچھیں ہی دکھائی دیتی ہیں

بول بیٹا عامر کس کی جرات ہوئی ہے؟

وہ کہتا ہے کہ میں نہا لوں پھر بتاتا ہوں۔۔

عامر کا بھائی اوئے ہمارے خاندان کی یہ خاصیت ہے کہ ہم دشمن سے پہلے بدلہ لیتے ہیں عامر! اس حالت میں تو دشمن مجھے پہچاننے سے ہی انکار کر دے گا مجھے نہا لینے دیجئے پھر سب کچھ بتاتا ہوں

عامر کا ابو: ٹھیک ہے نہا لو۔

پھر وہ نہاتا ہے اور کپڑے بدلتا ہے نہانے کے بعد کھانا تیار ہوتا ہے جب کھانا شروع کرتے ہیں تو وہ آجاتا ہے اس سے ماں پوچھتی ہے

بیٹا کس سے جھگڑا ہوا

عامر : کسی سے جھگڑا نہیں ہو گا بلکہ مجھے کسی لڑکی کا پیچھا کرتے ہوئے یہ حالت ہوئی ہے

ماں : تو لڑکی کا پیچھا کیوں کر رہا تھا ؟

عامر : میں نے اس لڑکی سے پیار کرنا ہے. جس سے مجھ میں ایک منفرد طاقت آ جائے گی

باپ : اس لڑکی سے پیار کر کے کیا کرے گا ؟

عامر : میں اس سے شادی کروں گا. جس طرح آپ نے امی سے کی

باپ : ایسا نہیں ہو سکتا

عامر : کیوں نہیں ؟

باپ : تمہاری منگنی بچپن میں ہی میں نے کسی دوست کے ہاں اس کی بیٹی سے کر دی تھی اور تمہاری شادی اس سے ہی ہو گی

عامر : مگر میں تو اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں

باپ : اب اس پر مزید کوئی بحث نہیں

(وہ سارا دن پریشان رہتا ہے ایک ایسی لڑکی جس سے کبھی دیکھا نہیں اس سے شادی یہ تو زیادتی ہے پھر وہ اپنی ماں کے پاس جاتا ہے اور اس کی منت سماجت کرتا ہے۔ ۔

ماں اسے تسلی دیتے ہوئے کہتی ہے "کہ میں تمہارے ابو سے بات کروں گی"

ماں رات کو دوبارہ بات کرتی ہے تو عامر کا ابو یہ کہتا ہے کہ چلو میں مان جاتا ہوں مگر میں رشتہ لینے نہیں جاؤں گا ۔ ۔

اگر یہ اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کے والدین کو راضی کر کے یہاں لے آئے تو میری ہاں ہے ۔

عامر دل میں خیال کرتا ہے کہ اب تک لڑکی راضی بھی نہیں ہوئی اور اس کے والدین مگر پھر بھی تھوڑا خوش ہوتا ہے کہ میرے والدین تو مان گئے پھر سوچا کہ پہلے لڑکی کو راضی کیا جائے اور پھر وہ اپنے والدین کو راضی کر لے گا پر پھر سوچتا ہے کہ اگر اس کے والدین بھی ایسے نکلے تو ، ، خیر چلو جو ہو گا دیکھا جائے گا ۔ ۔

پہلے ثناء کو تو راضی کریں اس کے بعد وہ اگلے دن پھر نئے انداز سے تیار ہو کر اپنی بائیک لے کر ثناء کے گھر کی طرف جاتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ ثناء ایک بلی کو پکڑنے کی کوشش کر رہی ہے وہ بائیک روک کر ثناء کو بلی پکڑنے میں مدد کرتا ہے اور بلی پکڑ کر ثناء کو دے دیتا ہے اور پھر وہی 10 روپے اسے واپس کرتا ہے تو ثناء پوچھتی ہے یہ کس لیے ؟

پھر وہ بتاتا ہے کہ یہ تم نے کل مجھے دیے تھے

وہ پوچھتی ہے کب ؟

عامر : جب تمہارا نام پوچھا تھا

ثناء : اچھا ، تو تم وہ ہو ، کل تمہاری حالت بہت خراب تھی

(پھر وہ سب کچھ بتاتا ہے کہ کس طرح اس نے کل اس کا پیچھا کیا اور سب کچھ جو ہوا)

اس پر ثناء بہت ہنستی ہے اور پھر کہتی ہے کہ کیا تم نے یہ سب کچھ مجھے ملنے کے لیے کیا تھا؟

اس طرح ان دونوں کی بات ہونا شروع ہو جاتی ہے پھر وہ اسے اپنے بارے میں بتاتا ہے اور اس سے اس کے بارے میں جانتا ہے المختصر وہ ایک دوسرے کو چاہنے لگتے ہیں اور ایک دن عامر کہتا ہے کہ ثناء میں تمہارے لیے سب کچھ کر سکتا ہوں،

ثناء : اچھا جی

عامر : ہاں بالکل

ثناء : ٹھیک ہے تو پھر تم کل میرے گھر پہ آ کر میرا ہاتھ میرے والدین سے مانگنا اگر تم نے ایسا کیا تو مجھے یقین آ جائے گا ورنہ تم جھوٹے ہو

عامر : نہیں، نہیں، میں کل آ کر تمہارے والدین سے تمہارا ہاتھ مانگوں گا

تمھارے والد کا نام کیا ہے ؟

ثناء : بشیر احمد

(اگلے دن پھر وہ بن سنور کر اس کے گھر آتا ہے اور اس کے والدین سے ملتا ہے اور اس کے والدین اس بات پر غصہ نہیں ہوتے کہ وہ اپنے والدین ساتھ نہیں لایا)

بلکہ ثناء کے ابو عامر سے یہ پوچھتے ہیں کہ تم ہماری بیٹی سے شادی کیوں کرنا چاہتے ہو؟

عامر : میں آپ کی بیٹی کو بہت پسند کرتا ہوں

ثناء کے والد : کیا ثبوت؟

عامر : آپ مجھے جو کہیں گے میں وہ کروں گا۔۔

کیوں کہ میں اس سے نکاح کرنا چاہتا ہوں

اس کے بعد بشیر صاحب کہتے ہیں : بیٹا، ثناء کی منگنی ہوئی ہے

عامر : مگر میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں

بشیر صاحب : ٹھیک ہے، ہم تمھیں کچھ آزمائشیں دیں گے اگر تم اس میں کامیاب ہو گئے تو سمجھو ثناء تمھاری، اور جہاں پر میں نے منگنی کی ہے، میں ان سے معذرت کر لوں گا۔۔

انھیں بتاؤں گا کہ تم نے اس کے لیے کتنی کوشش کی ہے اور اس لیے تم اس کے زیادہ حقدار ہو

عامر :مجھے منظور ہے ،

اور کیا میں ان آزمائشوں کو پورا کرنے کے دوران ، ثناء سے مل سکتا ہوں

بشیر : جی بیٹا! تم ہر آزمائش کو پورا کرنے کے بعد اس سے مل بھی سکتے ہو اور ہمارے سامنے بیٹھ کر اس سے دس منٹ بعد بھی کر سکتے ہو مگر اکیلے نہیں مل سکتے اور نہ ہی بات کر سکتے ہو ورنہ میں نے تمہیں ثناء نہیں دینی

عامر : جی بالکل ٹھیک اس کے بعد بشیر صاحب ، ثناء سے موبائل لے لیتے ہیں اور عامر سے بھی کہتے ہیں کہ ان آزمائشوں کے دوران تم موبائل استعمال نہیں کر سکتے ، کل تک سوچ کر مجھے بتا دینا

عامر : اس میں سوچنے والی کیا بات ہے اس کے لیے تمہیں کچھ بھی چھوڑ سکتا ہوں اس کے بعد وہ اپنا موبائل جیب سے نکال کر اس کے ہاتھ میں دے دیتا ہے

بشیر صاحب؛ کل تم مجھے فیکٹری میں ملنا میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا اور تمہیں کل تمہاری پہلے آزمائش دوں گا

عامر : کس فیکٹری میں آنا ہے ؟

بشیر صاحب : بشیر انڈسٹریز

عامر : یہ کہاں ہے ؟

بشیر صاحب ؛احتشام انڈسٹریز کے پاس

عامر : احتشام کون ہے ؟

بشیر صاحب ؛وہ میرا بیٹا ہے ، اور ، طیب اور احسن بھی

عامر : وہ سب کہاں ہیں ؟

بشیر صاحب : وہ پڑھ رہے ہیں اور یہ بھی پڑھتی ہے

عامر : یہ کیا پڑھتی ہے ؟

بشیر صاحب : اس نے میڈیکل ٹیسٹ دیا ہے اور اب بحریہ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا ہے تو انشاء اللہ ڈاکٹر بن جائے گی

عامر : ماشاء اللہ، گھر کی ڈاکٹر..
بشیر صاحب : اہم ہمم - - تمھارے گھر کی نہیں، ہمارے گھر کی
اب تم جا سکتے ہو
عامر؛ جی شکریہ

(عامر خوشی خوشی سے سب کچھ قبول کر پاتا ہے، موبائل بھی دے جاتا ہے مگر ابھی واپس ہی آ رہا ہوتا ہے کہ موبائل کی یاد آنا شروع ہو جاتی ہے کسی کے ہاتھ میں موبائل دیکھ کر موبائل کو اور بھی زیادہ یاد کرنا شروع کر دیتا ہے جیسے جیسے گھر کی طرف آنا شروع کر دیتا ہے ویسے ویسے موبائل کی یاد بڑھتی جاتی ہے رات کو تو موبائل کی یاد بہت ہی بڑھ جاتی ہے اتنی تو اس کی یاد نہیں آ رہی ہوتی جتنی موبائل کی دل چاہ رہا ہوتا ہے کہ آج موبائل پاس ہوتا تھا اسے سینے سے لگا کر دل کو سکون پہنچاتا کیونکہ اس نے موبائل استعمال ہی بہت کیا ہوتا ہے وہ سوچتا ہے کہ ثناء تو اب زندگی میں آئی ہے اور موبائل سے رشتہ تو بہت پرانا ہے اسے کیسے چھوڑ دوں موبائل کے بغیر نیند ہی نہیں آ رہی ہوتی کبھی گدیلا سر کے نیچے لیتا تو کبھی چہرے کے اوپر کاش موبائل میرے پاس ہوتا ہے موبائل چھوڑنے کے لیے تو عامر کے ابو نے بھی بہت کہا تھا مگر عامر نے موبائل نہ چھوڑا مگر آج اس کے لیے موبائل چھوڑنا پڑا وہ دل کو بہت سمجھایا اور موبائل کی یاد کو اس کی یاد میں بدلا اور اس کو پھر یاد کرنے لگا اور آہستہ آہستہ موبائل کی یاد میں کچھ کمی آئی اور پھر وہ ثناء کو یاد کرتے کرتے سو گیا صبح اٹھ کر نماز پڑھی پھر قرآن پڑھا اور اللہ تعالی سے مدد کی دعا مانگی پھر ناشتہ کیا اور بشیر انڈسٹریز کی طرف چل دیا اور لوگوں سے پوچھتے پوچھتے بالآخر بشیر انڈسٹری میں پہنچ گیا۔ بشیر صاحب سے ملا تو وہ سردی سے کانپ رہا تھا اور چائے پی رہا تھا حالانکہ بشیر صاحب نے بہت موٹا کوٹ پہنا ہوا تھا عامر کا کوٹ اتنا موٹا نہیں تھا مگر پھر بھی بشیر صاحب سردی محسوس کر رہے تھے اور ان سے ملتا ہے اور سلام دعا کے بعد کہتا ہے کہ آپ سے بہت زیادہ سردی محسوس کر رہے ہیں

بشیر صاحب : تمھیں سردی نہیں لگتی؟
عامر؛ لگتی ہے مگر اتنی نہیں جیسے آپ کانپ رہے ہیں
بشیر صاحب (ہنستے ہوئے)؛ آج میں کانپ رہا ہوں کل تم کانپ رہے ہو گے
عامر؛ مجھے سمجھ نہیں آئی

بشیر صاحب: یہ کون سا الجبرے کا سوال ہے۔بس کل تم نے بغیر کوٹ پہنے اپنا موٹر سائیکل لے کر30 منٹ میں 40 کلومیٹر کا سفر طے کرنا ہے اور یہی تمہاری پہلی آزمائش ہے اور دعا کرنا کہ کل دھند نہ ہو

عامر (ان کی بات سنتے ہی) ہاتھ پاؤں کو ٹھنڈ محسوس ہونے لگتی ہے اور ٹانگیں وہیں پہ کانپنا شروع ہو جاتی ہیں یہ مجھے نمونیا ہو گیا تو؟اتنی ٹھنڈ میں سکوٹر چلانا وہ بھی بنا کچھ پہنے یہ تو بہت مشکل ہے!!

بشیر صاحب: بیٹا تم نے کہا تھا کہ تم سب کچھ کر سکتے ہو دیکھ لو اب بھی موقع ہے

عامر؛ نہیں نہیں۔۔۔ میں کل وہی کروں گا جو آپ نے کہا ہے (پھر دل میں سوچتا ہے کہ دوست نے یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ سب کچھ بھی کرنا پڑ سکتا ہے اور پھر سچے دل سے دل میں دوست کو گالیاں دیتا ہے مگر اب کیا کر سکتا تھا کیونکہ اس سے پیار ہو چکا ہے)

وہ اگلے دن اٹھ کر بہت ساری دعائیں کرتا ہے کہ دھند نہ ہو اور ٹھنڈ کم ہو مگر اس کے برعکس ہوتا ہے دھند بھی بہت زیادہ ہوتی ہے اور ٹھنڈ بھی پھر وہ خود سے کہتا ہے کہ بیٹا شیر بن مگر ٹھنڈ کو دیکھ کر سوچتا ہے کہ شیر مگر کوٹ والا نہ کہ دم والا اور بشیر صاحب نے ایک جگہ بتائی ہوتی ہے وہاں سے سفر شروع کرنا ہوتا ہے اور دوسری جگہ جو کہ 40 کلومیٹر کے فاصلے پر ہوتی ہے وہاں پر پہنچ کر ایک ادمی سے ملنا ہوتا ہے۔جس سے تصدیق ہونی ہوتی ہے کہ میں بالکل وقت پہ پہنچا ہوں اور وقت صبح سات بجے کا طے ہوتا ہے وہ خدا کو یاد کر کے وہاں پر پہنچ جاتا ہے اور سفر شروع دھند اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ صرف 20 فٹ تک دکھائی دے رہا ہوتا ہے اور سکوٹر کی لائٹ چلا کر زیادہ سے زیادہ 30 فٹ ہے چلو جی سفر شروع اس کو شروع شروع میں ہی ٹھنڈ لگنا شروع ہو جاتی ہے جسم کا ہر حصہ ڈانس کرنے لگتا ہے اسکوٹر پہ بیٹھے ایسے لگ رہا ہوتا ہے کہ جیسے یہ کوئی کرتب دکھا رہا ہو مگر اتنی دھند میں دیکھنے والا بھی کوئی نہیں ہوتا ناک جو کہ سانس لینے کے لیے استعمال کی جاتی ہے فوارہ بن چکی ہوتی ہے اور مونچھوں کے اوپر مصنوعی مونچھیں جو کہ دھند سے ابھی ابھی 10 سے 15 منٹ میں بنتی ہیں وہ تو اپنی مثال آپ ہوتی ہیں لیکن کانپتے کانپتے وہ 15 منٹ میں 25 کلومیٹر کا سفر طے کر چکا ہوتا ہے ایسے سپیڈ سے جاتا تو آدھے گھنٹے سے پہلے ہی 40 کلومیٹر کر لیتا مگر ایک دم لائٹ کے سامنے سے پجارو آ گئی جس کی بریک بھی نہیں تھی اور اس پر کچھ بنجارے لوگ بمہ اپنے سازو سامان جا رہے ہوتے ہیں جسے عرف عام میں گدھا گاڑی کہتے ہیں اس پجارو کے گلے سے وہ جا کر ملا اور جو بنجارے جا رہے تھے ان کا سامان اور ان کی گٹھڑی کھل جاتی ہے اور کچھ بیچارے زمین بوس ہو جاتے ہیں وہ اچھی خاصی خاطر تواضع کرتے ہیں عامر کی مگر مارتے نہیں پھر عامر ان کی منت سماجت کر کے ان سے پیچھا چھڑاتا ہے مگر اس پہ آٹھ منٹ لگ جاتے ہیں اب 15 کلومیٹر کا سفر سات منٹ میں طے کرنا ہوتا ہے۔ اب نہیں دیکھتا کہ کیا ہو گا بس موٹر سائیکل کو کک مارتا ہے سفر شروع خوش قسمتی ہوتی ہے کہ اگے کوئی نہیں ہوتا اور عمر دس منٹ میں اس جگہ پر پہنچ جاتا ہے۔جس جگہ پر وہ آدمی ہوتا ہے جیسے ہی عامر وہاں پہنچا تو آدمی سے مل کر بہت خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ تم تین منٹ پہلے ہی آ گئے عامر اس کی گھڑی کو دیکھتا ہے تو اس کا وقت ہی پانچ منٹ پیچھے ہوتا ہے عامر کا جسم ڈانس کر رہا ہوتا ہے سردی سے)

وہ بندہ بشیر صاحب کو فون کر دیتا ہے کہ عامر وقت سے تین منٹ پہلے ہی پہنچ گیا تھا اور وہ بندہ عامر کو کوٹ دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ آؤ چائے پی لو جیسے ہی وہ چائے کا کپ لیتا ہے تو پیچھے ہی ایک پولیس والا موٹر سائیکل تیز چلانے کا چالان لیے آجاتا ہے اور اس شریف انسان کو چائے دے کر بھی گرم کیا جاتا ہے اور دل کے ساتھ لگی ہوئی جیب سے بھی گرم کیا جاتا ہے کیونکہ سردیوں میں دل کا گرم رہنا ضروری ہے تاکہ بندہ زندہ رہے اور پولیس والا خوشی خوشی سے یہ کہتا ہوا وہاں چلا جاتا ہے

"عوام کی خدمت کرنا ہمارا اخلاقی فرض ہے"

مگر اس کے ساتھ ہی اس کی پہلی آزمائش ختم ہوجاتی ہے اور ثنا سے ملنے کا موقع مل جاتا ہے۔۔

عامر : السلام علیکم

بشیر : وعلیکم السلام

عامر : کیا میں آپ کی بیٹی سے بات کر سکتا ہوں ؟

بشیر : ہاں ، ضرور ، آپ دس منٹ بات کر سکتے ہو ، خواہ اگلی بار اجازت نہ لینا

عامر : جی : پھر ثناء سے مخاطب ہو کر کہتا ہے

آپ کو ڈاکٹر بننے کا شوق کیسے ہوا؟

ثناء : دراصل میرا بھائی ڈاکٹر بن رہا ہے اور میرے والد بھی یہی چاہتے تھے کہ میں ڈاکٹر بنوں

عامر : صحیح؛اور آپ نے ایف ایس سی کس کالج سے کی ہے ؟

ثناء : ڈی پی ایس کالج سے

عامر : صحیح؛اور تمھارے نمبر کتنے تھے ؟

ثناء : 1031/1100

عامر : اس سال ایف ایس سی کی ہے ؟

ثناء : نہیں ، پچھلے سال

میں نے پچھلے سال میڈیکل کا ٹیسٹ دیا تھا لیکن اس میں پاس نہیں ہوئی اس لیے دوبارہ ٹیسٹ دیا ہے اور اب میں پاس ہو گئی ہوں

(ابھی ثناء بات کر رہی ہوتی ہے ک اس کے والد بات کرتے ہوئے کہتے ہیں بیٹا دس منٹ ہو گئے اب تم جب تک دوسری ازمائش پوری نہیں کر دیتے تب تک اور بات نہیں کر سکتے)

عامر : جی ، ٹھیک ہے ، اور دوسری آزمائش کیا ہے ؟

بشیر : کل میں تمہیں کچھ سامان دوں گا سامان کے ساتھ تم نے بغیر سوئے ٹرین میں 36 گھنٹے سفر کرنا ہے

عامر : ہاں (حیرانی سے) !!جی ۔۔

بشیر : جی

عامر : ٹھیک ہے (دل میں خیال کرتا ہے پیار میں ایسے نیندیں حرام ہوتی ہیں)

اگلے دن عامر بشیر صاحب کے پاس جاتا ہے تو وہ ایک گٹھڑی دیتا ہے اس گٹھڑی میں کچھ گنے کچھ گڑاور گدیلے اور اچار اور مربع ہوتا ہے ، عامر وہ سامان اٹھا کر بالکل ایسے لگ رہا ہوتا ہے جیسے ایک خالص گاؤں والا لڑکا پرانی پنجابی تہذیب کی ترجمانی کر رہا ہو جیسے ہی وہ سامان لے کر چلتا ہے تو گنے تو باہر سے ہی نظر آرہے ہوتے ہیں ایک شخص بھیڑ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جب ایک گنے کو کھینچتا ہے تو گناہ تو باہر نہیں آتا مگر وہ پلٹ کر جب دیکھنے کی کوشش کرتا ہے تو ایک ساتھ ہی خاتون سر پر ڈول رکھ کر دودھ لیے جا رہی ہوتی ہے اس کے ڈول سے گنے کی ٹکر ہوتی ہے اور وہ ساتھ والی ایک پینٹ پہنے بابو کی پینٹ پر گر جاتا ہے.جس سے اس کی پینٹ گیلی ہو جاتی ہے جیسے کہ وقت نہ ملے پر اس نے یہ ضروری کام راہ چلتے ہی سر انجام دے دیا ہو تو وہ بیچارا.جھگڑا کیا کرتا وہ اپنی عزت کو وہاں سے.بچاتا ہوا نکل گیا اور خاتون.بیچارے نے جب تک ڈول اٹھایا عامر کافی دور نکل گیا تھا اور پھر ٹرین کا ٹکٹ لیا اور ٹرین میں جا بیٹھا جو سامان بشیر صاحب نے دیا تھا اس کی سب سے بڑی پریشانی یہی تھی کہ اس کی چوری کی جا سکتی ہے مگر پکڑی نہیں جا سکتی۔۔

اگر کسی نے مربہ چرایا ہے تو وہ کھا لے گا اور اب پیٹ سے تو نکال نہیں سکتے اور گنے کو اگر کسی نے چرایا تو وہ کون سا مانے گا اس لیے اس کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے خیر اس نے سامان اوپر والی کیبن میں رکھا اور جس ڈبے میں وہ تھا اس میں دو بزرگ ان کے ساتھ ان کا سامان ایک شادی شدہ جوڑا ایک ماں اور اس کی تقریبا تین سالہ بچی سفر کر رہے تھے وہ دل کو کچھ حوصلہ دیتا ہے کہ یہ لوگ چوری تو نہیں کریں گے مگر مسئلہ یہ تھا کہ اگر بچی نے کوئی میٹھی چیز دیکھ لی تو وہ شور مچا دے گی ساتھ میں یہ شادی شدہ جوڑا اور ماں خیر بزرگ ہیں شاید نئے شادی شدہ جوڑے کو کچھ نصیحت کریں اور میری تحقیق صحیح ثابت ہوئی بزرگوں کی لڑکی کو دیکھ کر نصیحت شروع

بیٹی یہ کیا حال بنایا ہوا ہے ؟
اتنا میک اپ کیا ہوا ہے انسان کم اور مصنوعی مخلوق زیادہ لگ رہی ہو
دلہن : یہ تو آج کل عام فیشن ہے
بزرگ : ہاں وہ تو صحیح ہے مگر میک اپ بھی تھوڑے سے خوبصورت چہرے پہ اچھا لگتا ہے
(دلہن دلہے کو انگلی لگاتی ہے کہ اب وہ جواب دے ۔ ۔ بیچارہ دولہا اب تو کہنا ہی پڑے گا کہ یہ بہت خوبصورت ہے ورنہ یہ مخلوق تو کبھی بھی ناراض ہوجائے کچھ پتہ نہیں چلتا)
دولہا : جی آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں (آنکھ مارتے ہوئے (میری زوجہ محترمہ چاند جتنی خوبصورت ہے نہایت رحم دل اور باخلاق (بزرگ بات سے زیادہ آنکھ پر توجہ دیتے ہیں) اور سمجھ جاتے ہیں کہ اس کا حال بھی ہمارے جیسا ہی ہے
بزرگ : جی ہاں ، ہماری لاڈلی بہت پیاری ہے
اس طرح سے بات کرتے کرتے 10 گھنٹے گزرجاتے ہیں وہ بچی جو ماں کے ساتھ ہوتی ہے وہ پہلے تو سو رہی ہوتی ہے مگر اب جاگ جاتی ہے اور جاگتے ہی رونا شروع ، ماں اسے چپ کرواتی ہے اور اس کے منہ میں فیڈر دے دیتی ہے ۔ ۔ بزرگوں کا سفر تو اگلے سٹیشن پہ ختم ہونا ہوتا ہے ۔ مگر عامر نے بہت دور ایک گاؤں میں جاکر یہ سارا سامان دینا ہوتا ہے وہ ابھی ایک چودھری کو (عامر دل میں یہ بھی خیال کرتا ہے کہ گاؤں میں یہ سب کچھ تو پہلے سے ہی ہوتا ہے تو پھر اتنی دور یہ سامان لے جانا اور دینا مگر کیا کرتا)
بزرگ تو اسٹیشن پر اتر جاتے ہیں اور دو مزید عورتیں اس ڈبے میں بیٹھتی ہیں وہ ٹرین میں بیٹھنے کے ساتھ ہی گلے شروع کردیتی ہیں میری بہو تو مجھے زہر لگتی ہے سارا دن کوئی نہ کوئی بہانہ بناتی رہتی ہے کوئی کام کہہ دوں تو کہتی ہے کہ سر میں درد ہے دوسری خاتون اس کی بات کاٹتے ہوئے ارے میری والی تو مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی سارا دن کبھی میک اپ کر رہی ہے تو کبھی گانے سن رہی ہے یہ کہتی ہے کہ میرے والی یہ کرتی تو وہ کہتی ہے میرے والی وہ کرتی ہے اگر عامر کے پاس اس دن ڈائری ہوتی تو ایک ہزار صفحات پہ مشتمل ان کا بہو کے بارے میں تجربہ لکھا جاسکتا تھا جسے سن کا شادی شدہ جوڑا یہ سوچ رہا تھا کہ وہ گھر ہی نہ جائے مگر ان کا سٹیشن بھی آنے والا تھا ان کا سٹیشن تو آگیا مگر ان دو خواتین کا کوئی سٹیشن نہیں انہوں نے اپنی بہو سے بات ختم کی تو پڑوس میں رہنے والی عورتوں کے گلے شروع کردیے وہ فلاں تو بہت کنجوس ہے فلاں آج کل اپنے شوہر کو انگلیوں پہ نچا رہی ہے اس سے پہلے تو کچھ نیند آرہی ہوتی ہے مگر ان کی باتیں سن کر نیند تو ختم ہوجاتی ہے اس کا تھوڑا سا فائدہ بھی ہوتا ہے کیونکہ اس نے سونا نہیں ہوتا ابھی جس ماں کے ساتھ بچی ہوتی ہے اس کا سٹیشن بھی قریب ہی ہوتا ہے مگر اس بچی کی نظر گھڑی پہ پڑ جاتی ہے وہ اپنی ماں سے کہتی ہے کہ امی امی وہ کیا ہے ؟

ماں پہلے تو چپ کرواتی ہے مگر بچی ضد کر لیتی ہے کہ مجھے وہ لینا ہے اس بچی کی ماں میری طرف دیکھ کر ہلکا سا مسکراتی ہے اور میرے دل میں ایک دم خیال آتا ہے کسے کچھ دے دوں اس میں سے مگر پھر سوچتا ہوں کہ سارے سامان کا پتہ چل جائے گا اور یہ جو دو خواتین ہیں یہ بھی ضد کریں گی اس لیے میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ قسم سے اس میں سے کھانے کی چیز نکل آئی یہ بچی کو دی تو وہ چپ ہو گئی یہ مسئلہ تو حل ہوا مگر بچی نے پوٹی کر دی

جس کی وجہ سے سارے ڈبے میں بدبو پھیل گئی ہم نے بھی اپنا چہرہ چھپا لیا مگر بدبو تو زیادہ تھی میں نے باہر کی طرف اپنا منہ کر لیا اور دل میں سوچا کہ سفر کا سب سے مشکل لمحہ یہی ہے خیر اگلا سٹیشن اگیا اور وہ ماں اتر گئی سفر 26 گھنٹے مکمل ہو چکا تھا اور اب مجھے نیند بھی آ رہی تھی مگر ایمانداری بہت اچھی چیز ہے اس لیے میں سویا نہیں، کیونکہ بات ہو چکی تھی کہ میں نے 36 گھنٹے بغیر سفر کرنا ہے۔۔

دن سے رات اور اب اگلا دن شروع ہو گیا تھا اس سٹیشن پر اتر کر میں نے دوسری ٹرین میں بیٹھنا ہوتا ہے اور اب سفر تقریبا 29 گھنٹے ہو چکا ہوتا ہے لیکن اب نیند غالب کے ساتھ میر تقی میر بھی آ چکی ہوتی ہے ٹرین سے اتر کر فورا لیموں لیتا ہوں اور اس کے چھلکے کو اپنی انکھوں میں چھلکتا ہوں جس سے آنکھوں کی نیند کم ہوتی ہے کیونکہ انکھوں میں چھبن شروع ہو جاتی ہے جیسے ہی دوسری ٹرین میں بیٹھتا ہے تو وہاں پر دو ریاضی کے پروفیسر بیٹھے ہوتے ہیں وہ آپس میں سائن تھیٹا اور کوس تھیٹا کو لے کر بحث کر رہے ہوتے ہیں

عامر ان سے پوچھتا ہے یار یہ جمع تفریق کا قانون کس نے بنایا؟ (دونوں ہی خاموش ہو جاتے ہیں)

پھر پوچھتا ہے : ایک کے بعد دو ہی کیوں آتا ہے ؟

پروفیسر : یہ بس ایک یونیورسل رول ہے جس کو ہم نے فالو کرنا ہے

عامر : پھر سائن اور کوس بھی جس نے دیا ہے فالو کر لیں

(صد شکر کہ وہ چپ ہو جاتے ہیں)

عامر اپنی انکھوں کو دونوں انگلیوں سے پکڑ کر کھولے رکھتا ہے تاکہ نیند نہ آئے اب سفر صرف تین گھنٹے رہ جاتا ہے اور یہ بہت خوش ہوتا ہے

اتنے میں دوسرے ڈبے سے آواز آنا شروع ہو جاتی ہے کہ ٹرین کو چور لوٹنے والے ہیں اب یہ اک اور مصیبت!

پھر دوبارہ آواز آتی ہے کہ نہیں وہ گھوڑے تو خالی ہیں ان پر تو کوئی ہے ہی نہیں

(دراصل ہم لوگ جیسے ہی گھوڑوں کو ٹرین کے قریب دیکھتے ہیں تو یہی سمجھتے ہیں کہ چوری والے ہوں گے :)

خیر اس کا ٹرین کا سفر ختم ہونے والا ہوتا صرف 10 منٹ کا سفر رہ گیا ہے جو کہ وہ خوشی خوشی طے کر لیتا ہے اور وہ جیسے ہی گٹھڑی کے ساتھ ٹرین سے اترتا ہے تو وہاں زمیندار دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے اور گٹھڑی سمیت ہی اس کو اٹھا لیتا ہے اس کے بعد وہ تانگے میں بیٹھ جاتے ہیں اور تقریبا 30 منٹ بعد ان کے گاؤں میں پہنچ جاتے ہیں وہاں جیسے ہی وہ گھر پہنچتا ہے سو جاتا ہے اور تقریبا سات سے آٹھ گھنٹے تک سوتا ہی رہتا ہے اس کے بعد وہ رات کا کھانا کھاتے ہیں اور پھر رات کو کچھ گپ شپ کرتے ہیں وہ بہت خوش ہوتا ہے اور پھر چودھری صاحب کو کہتا ہے کہ کل میں نے واپس جانا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ دو دن یہاں ٹھہر جاؤ پھر ہم تمہیں گاڑی میں چھوڑ آئیں گے

عامر : وہ تو ٹھیک ہے ، مگر مجھے کام ہے

چودھری : وہ مجھے پتہ ہے اور تمہاری اگلی آزمائش میں نے بتانی ہے جو کہ گاؤں میں ہے

عامر : جی !!

چودھری : ہاں جی ، بشیر صاحب نے فون کر کے مجھے بتایا ہے

عامر : ٹھیک ہے

چودھری : گھبراؤ نہیں میں تمھیں اتنی مشکل آزمائش نہیں دوں گا

عامر : یہ تو آپ کی مہربانی ہوگی

چودھری : اوہ ، تو بیٹا ،

کل تم نے دھوتی اور قمیض پہن کر ہمارے ساتھ چلنا ہے اور دھیان رکھنا ہے دھوتی کے نیچے کچھ ضرور پہننا

عامر : مگر دھوتی کیوں ؟ شلوار کیوں نہیں ؟

چودھری : تمھیں کل پتہ چل جائے گا

(پھر وہ دوبارہ آرام کرنے کے لیے لیٹ جاتے ہیں اور اگلی صبح کو عامر کی اچھی مہمان نوازی کی جاتی ہے لسی پلائی جاتی ہے دیسی گھی والی روٹیاں پیش کی جاتی ہیں مگر سارے گھر والے چودھری کے بیٹے بیٹیاں بہو اور ملازم گھر سے عامر کے روانہ ہونے وقت تک ہنس رہے ہوتے ہیں اور محسوس نہیں کروا رہے ہوتے کہ وہ عامر پر ہنس رہے ہیں وہ تبھی سمجھ جاتا ہے کہ کچھ گڑبڑ ہے ۔ ۔

جیسے ہی وہ زیندار کے ساتھ گاؤں کی سیر کے لیے جاتا ہے تو زیندار اسے ایک تالاب کے پاس لے جاتا ہے اور عامر سے کہتا ہے بیٹا یہ رہی تمہاری اگلی آزمائش

عامر: کیا میں نے اس تالاب میں نہانا ہے؟

چودھری (ہنستے ہوئے) نہا تو تم لوگے ہی، اس میں گارا بھی ہے مگر تمہاری آزمائش یہ ہے کہ تم نے اس تالاب میں سے ایک سو ینڈک باہر نکالنا ہے اور تم ینڈک کیسے نکالتے ہو اس کی ہم ویڈیو بنائیں گے

عامر: اک تو ینڈک نکالنے ہیں اور اوپر سے ویڈیو بھی بناؤ گے.. ویڈیو کیوں؟

چودھری: میری بیٹیاں، بہو دیکھ کر خوش ہولیں گی

عامر (دل میں سوچتا ہے کہ آزمائش تو آسان ہی ہے، اگر انکار کیا تو بشیر صاحب نہ جانے کونسی مشکل میں ڈالیں گے)

پھر کہتا ہے، ٹھیک ہے

وہ تالاب میں داخل ہو جاتا ہے تالاب میں بہت گارا ہوتا ہے جو دھوتی اس نے پہنی ہوتی ہے وہ گارے سے بھر جاتی ہے پھر وہ غوطہ لگاتا ہے تو ایک ینڈک تو اس کے منہ میں ہی آجاتا ہے منہ سے باہر نکال کے کہتا ہے کہ یہ رہا ایک ہاتھ کے اشارے سے اس کی ویڈیو بن جاتی ہے اس کے منہ میں ینڈک ہے کہ جب دوبارہ ینڈک پکڑنے کے لیے غوطہ لگاتا ہے تو سارا منہ بھی گارے سے بھر جاتا ہے اور جسم بھی مگر ہاتھ مارنے سے کسی ینڈک کی ٹانگ ہاتھ میں آجاتی ہے تو اسے باہر نکال کر کہتا ہے دو ہو گئے اس وقت اس کی حالت خراب ہو جاتی ہے سراپہ گارے سے بھر جاتا ہے منہ بھی نظر نہیں آرہا ہوتا بس آنکھیں نظر آرہی ہوتی ہیں اگر وہ حرکت نہ کر رہا ہوتا تو بالکل ایسے ہی تھا جیسے کہ کوئی تازہ گارے سے مجسمہ تیار کیا گیا ہو پھر سے کوشش جاری رکھتا ہے تو ایک اور ینڈک کا پیٹ ہاتھ میں آجاتا جس سے اس کے ہاتھ میں بھی گدگدی ہوتی ہے مگر ہنستے اس ینڈک کو بھی باہر نکال دیتا ہے پھر کوشش کرتا ہے تو مچھلی ہاتھ میں آجاتی ہے اور مچھلی باہر نہیں نکالی ہوتی اس لیے مچھلی کو دوبارہ تالاب میں پھینک دیتا ہے گاؤں والے بھی وہاں پر جمع ہو جاتے ہیں اور اس کو دیکھ کر ہنس رہے ہوتے ہیں کچھ چیزیں بیچنے والے بھی وہاں پر جمع ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی دکانداری وہاں پر کھول کر بیٹھ جاتے ہیں لیکن وہ بری طرح بے شرم ہو کر اپنے کام میں لگا رہتا ہے اس کو اس کام میں چاہنے والے سارے گاؤں والے ہوتے ہیں اور تقریبا 95 ینڈک اور اس تالاب میں 35 مچھلیاں پکڑ چکا ہوتا ہے اور مچھلیوں کو دوبارہ تالاب میں پھینک دیتا ہے اور ینڈک کو تالاب کے باہر ایک ینڈک بہت تیز ہوتا ہے اور وہ تالاب کے اوپر چھلانگیں لگانا شروع کر دیتا ہے اور پیچھے پیچھے یہ بھی اگر جسامت کا فرق نہیں ہوتا تو پتہ نہیں چلتا کہ ینڈک کون ہے؟ اور پکڑنے والا کون؟

خیر وہ اس ینڈک کو بھی پکڑ دیتا ہے اور سارا گاؤں اس بات سے لطف اندوز ہوتا ہے

اور باقی کے چار ینڈک بھی، ایسے جیسے پکڑے جاتے ہیں اور سارا گاؤں تالیوں سے گونج اٹھتا ہے اور ایک اماں کہتی ہے جو کام آج تک کسی سے نہیں ہوسکا!! آج اس بیٹے نے کر دیا

وہ ہنستا تو ہے مگر اس وقت دانتوں پہ بھی گارا لگا ہوتا ہے اس لیے بالکل ایسے لگتا ہے جیسے گارے کا جن ہنس رہا ہو پھر وہ باہر آجاتا ہے تو چودھری صاحب کہتا ہے بیٹا دیکھو تمہارے پچاس ہزار پسند کرنے والے ہو گئے

عامر : مگر اس گاؤں کی آبادی تو صرف دو ہزار کی ہے

چودھری : ہاں بیٹا باقی فیس بک پہ ہیں

عامر : کیا؟؟ (منہ بناتے ہوئے) ہوگیا عزت کا کچرا!!

مگر جب ویڈیو خود دیکھتا ہے تو دل کو تسلی ہو جاتی ہے کیونکہ اس کا جسم چہرے سمیت گارے سے بھرا ہوتا ہے۔جس کی وجہ سے کوئی پہچان نہیں پاتا

عامر : چودھری صاحب آپ نے 100 ینڈک پکڑنے کے لیے کیوں کہا؟ جب کہ تالاب میں تو مچھلیاں بھی ہیں

چودھری : بیٹا، تالاب میں صرف 35 مچھلیاں اور 100 ینڈک ہیں

عامر : صحیح ہوگیا (اس سے خراب ہو بھی کیا سکتا ہے) پھر وہ اور چودھری صاحب گھر جاتے ہیں وہاں پر وہ نہاتا اور کپڑے پہنتا ہے اور چوری صاحب اپنے بیٹے سے کہتا ہے کہ اس کو واپس چھوڑ آئے اور پھر وہ واپس گھر آجاتا ہے اور گھر سے سیدھا اپنے موٹر سائیکل پر ثناء کے گھر۔ گھر پہنچتے ہی عامر دیکھتا ہے بشیر صاحب کے ہاتھ میں موبائل ہوتا ہے اور ثناء اور اس کی امی ویڈیو دیکھ دیکھ کر بہت ہنس رہے ہوتے ہیں عامر جب جا کر سلام کرتا ہے تو ثناء بہت زیادہ ہنستی ہے۔۔جس سے وہ سمجھ جاتا ہے کہ اس کی ویڈیو دیکھی جا رہی تھی

عامر : کیسی ہو ثناء؟

ثناء : ٹھیک ہو، میں کونسا چائنہ سے ہوں،جس کی ینڈک کھانے سے طبیعت خراب ہوگی

عامر (جانتے ہوئے) ہاں۔۔۔ تو تم میری ویڈیو دیکھ رہی تھی

ثناء : ہاں

عامر؛ تو تمھیں مذاق پسند ہے؟

ثناء : کبھی کبھی، زیادہ تر میں گانے وغیرہ سنتی ہوں یا کہ فلمیں دیکھ لیتی ہوں

عامر : کس قسم کی؟ لڑائی والی، پیار والی، سائنسی؟

ثناء : سبھی دیکھتی ہوں مگر زیادہ تر، سائنسی

عامر؛انڈین فلمیں دیکھتی ہویا انگریزوں کی

ثناء : زیادہ تر ہالی وڈ (انگریزوں کی)

عامر : فلمیں دیکھنا اور گانے سننا بالکل بری بات ہے اور حرام ہے

ثناء : جب تم کہو گے تو میں چھوڑ دوں گی

عامر : تو تم آج سے کوئی فلم نہیں دیکھو گی اور نہ ہی گانا سنو گی

ثناء : میں اپنی پوری کوشش کروں گی، چھوڑنے کی

عامر؛ کوشش نہیں، بلکہ وعدہ کرو کہ تم اسے چھوڑ دو گی

ثناء : میں تمہیں یقین دلاتی ہوں اسے چھوڑنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی لیکن وعدہ نہیں کر سکتی

عامر : بہت اچھے

(اتنے میں اس کے دو آزمائشوں کے 20 منٹ ختم ہو جاتے ہیں)

پھر بشیر صاحب اس سے کہتے ہیں کہ بیٹا تمہاری اگلی آزمائش یہ ہے کہ تم نے صحرا میں جا کر ایک آگ اگلنے والا سانپ لے کر آنا ہے لیکن اس میں تو میں رعایت یہ ہے کہ تم کسی جوگی کو ساتھ لے جا سکتے ہو

عامر؛ جی ٹھیک ہے

عامر اس کے بعد شہر میں جوگی کی تلاش کرتا ہے زیادہ تر جوگی وہ ہوتے ہیں جو صرف چھوٹے سانپ پکڑ سکتے ہیں اور کچھ وہ جوگی بھی ہوتے ہیں جیسے ہیر رانجھا میں رانجھا جوگی ہوتا ہے خیر ان کا پردہ کیا فاش کرنا اور بالآخر ایک جوگی مل جاتا ہے جو کہ بڑے سانپوں کو پکڑ سکتا ہے مگر وہ ناگ منی کے پیچھے پڑا ہوتا اور عامر سے کہتا ہے کہ تم آگ اگلنے والے سانپ کو ہی کیوں پکڑنا چاہتے ہو؟ ایک تو یہ سانپ صحرا میں بہت مشکل سے ملے گا اور دوسرا اسے پکڑنا آسان بھی نہیں تیسرا یہ کہ صحرا میں گرمی بھی بہت زیادہ ہوتی ہے

عامر : یار تم مجھے سانپ پکڑ دو میں تمہیں اجرت دے دوں گا

جوگی : وہ مسئلہ نہیں ہے اگر ہم ایسا سانپ پکڑ دیتے ہیں تو ہم پورے پاکستان میں مشہور ہو جائیں گے جس کا مجھے یہ فائدہ ہو گا کہ میری بیوی واپس آ جائے گی جو کہ میکے گئی ہے

عامر : اب اپنی داستان غم مت چھیڑنا

جوگی : ٹھیک ہے

اس کے بعد وہ دونوں پانی کی تقریباً 200 بوتلیں بھر کر گاڑی میں رکھ لیتے ہیں اور ساتھ میں ایک ماہ کا کھانا بھی کیونکہ یہ پتہ نہیں کہ سانپ کتنے وقت میں پکڑا جائے اور پھر صحرا کی طرف سفر شروع کر دیتے ہیں اور بالآخر صحرا میں پہنچ جاتے ہیں

جوگی : میں تو بہت تھک گیا ہوں اور اب ویسے بھی رات ہے اس لیے میں آرام کرنا چاہیے

عامر : ٹھیک ہے اس کے بعد وہ اپنا کیمپ وہاں پر لگا لیتے ہیں مگر جیسے ہی وہ سوتے ہیں وہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کے کیمپ کو آگ لگ گئی وہ فوراً نکل کر باہر اتے ہیں کیمپ تو جل جاتا ہے مگر شکر ہے کہ سامان گاڑی میں ہوتا ہے کھانے والا اور بوتلیں بھی

اس پر جوگی کہتا ہے یہ اسی سانپ کا کام ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ یہاں پر یہیں کہیں رہتا ہے اس لیے ہم گاڑی میں آج رات گزارتے ہیں اور کل یہیں سے سانپ کو ڈھونڈیں گے

عامر : ٹھیک ہے

جب صبح اٹھ کر وہ جوگی کی طرف دیکھتا ہے تو اس کے کچھ بال اور ساتھ میں اس کی ایک طرف کی مونچھ کے کچھ بال اور ساتھ میں داڑھی کے کچھ بال بھی جلے ہوتے ہیں اور جب اپنی چیزوں پر نظر ڈالتا ہے تو اس کی بھی ایک پینٹ جل چکی ہوتی ہے خیر اب تو سانپ کو پکڑنا ہی ہے اس کے بعد جوگی اپنی بین بجانا شروع کر دیتا ہے اور اس کی بین سن کر وہاں پر پانچ سے چھ سات اکٹھے ہو جاتے ہیں انہیں دیکھتے ہی اس کی ٹانگیں گنتی کرنا شروع کر دیتی ہیں جوگی اس کی طرف دیکھتا تو اس کی بین میں مزاحیہ بین کی آواز آنا شروع ہو جاتی ہے

جوگی : پریشان نہ ہو، یہ کچھ نہیں کریں گے

پھر جوگی ان سانپ کو پکڑ لیتا ہے لیکن آگ اگلنے والا سانپ باہر نہیں آتا صبح سے دوپہر ہو جاتی ہے جب وہ پانی پینے کے لیے بوتل اٹھاتا ہے تو پانی بھی گرمی کی وجہ سے انتہائی گرم ہو چکا ہوتا ہے پھر جوگی عامر سے کہتا ہے کہ اگر اس پانی میں اب چائے ڈال دی جائے تو قہوہ فورا تیار ہو جائے ۔ ادھر عامر کی حالت بھی گرمی اور نہ نہانے کی وجہ سے ایسی ہوئی ہوتی ہے جیسے کوئی دیہاڑی دار ہو۔ خیر سانپ کو تو پکڑنا ہی ہے ۔ اس کے بعد وہ دوپہر کا کھانا وہاں پر کھاتے ہیں اور پھر دوبارہ سانپ کے لیے بین بجانا شروع کر دیتے ہیں مگر وہ سانپ باہر نہیں آتا تقریبا ہر روز ایسا ہی کرتے ہیں اور 10 دن گزر جاتے ہیں وہ اگے سفر کرتے چلے جاتے ہیں اور جوگی ہر روز بین بجا کر کوئی نہ کوئی سانپ پکڑ لیتا ہے 10 دن بعد وہ بالآخر اس سانپ تک پہنچ جاتے ہیں جو آگ اگلتا ہے مگر جوگی عامر کو سمجھا دیتا ہے کہ اسے ایسے نہیں پکڑا جا سکتا

عامر : پھر کیسے پکڑا جا سکتا ہے ؟

جوگی : اگر یہ مسلسل آگ اگلتا رہے تو اس کی آگ دھیمی سے دھیمی ہوتی چلی جائے گی اور جیسے ہی اس کی آگ بے ضرر سی رہ گئی تب ہم اسے پکڑ لیں گے

عامر : پر ہم ایسا کیسے کریں گے ؟

جوگی ؛اس کے لیے یہ جو کانٹوں والے درخت ہیں ان کو استعمال کیا جائے گا میں بین بجاؤں گا اور تم ان درختوں کی شاخوں کو میرے اور اپنے آگے کرتے رہنا

عامر : مگر ہم ان درختوں کی شاخوں کو کیسے لیں ؟

جوگی : تمہارا بیلٹ ڈال کر شاخ کو دونوں کھینچیں گے مجھے امید ہے کہ شاخیں اتنی مضبوط نہیں ہیں جلد ہی کٹ جائیں گی

عامر : کیا کوئی اور طریقہ نہیں ہے ؟

جوگی : ہاں ، ہے

عامر : کیا ؟

جوگی : تم اپنے دانتوں سے اس درخت کی شاخ کو کاٹنے کی کوشش کرو امید ہے کہ ایک دن میں ایک شاخ تو کاٹ ہی لو گے

عامر : نہیں ، پہلے والا طریقہ بہت اچھا ہے بلکہ ایسا طریقہ تو پوری دنیا میں ہی نہیں ہے اور یہ طریقہ ایک ذہین دماغ میں ہی آ سکتا ہے

جوگی : تعریف کے لیے شکریہ !

اس کے بعد وہ بیلٹ لے کر درخت کی شاخیں کاٹتے کھینچتے اور تقریبا 30 سے 40 لکڑیاں اکٹھی کر لیتے ہیں اس کے بعد وہ ایسا ہی کرتے ہیں جیسا جوگی کہتا ہے اور سانپ آگ اگلتا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کی آگ بے ضرر ہوتی جاتی ہے اور ایک سٹیج ایسی آتی ہے جب اس کی آگ بالکل بے ضرر ہو جاتی ہے بلکہ وہ منہ سے آگ اگلتا ہے تو باہر صرف دھواں نکلتا ہے اسے دیکھ کر عامر کہتا ہے یہ سگریٹ پینے والا سانپ بن گیا ہے

جوگی : صحیح کہا ، شکر کرو چرس نہیں پیتا

عامر (ہنستے ہوئے) صحیح کہا

اور اب جوگی بین بج جاتا ہے تو سانپ میں اتنا حوصلہ ہی نہیں رہتا کہ وہ آگ نکالے اور جوگی اس سانپ کو پکڑ لیتا ہے اور اس طرح اس کی ایک اور آزمائش پوری ہو جاتی ہے ۔ ۔

اور وہ پھر ثناء سے ملنے ۔ اس کے گھر آتا ہے ثنا اس وقت پڑھ رہی ہوتی ہے ۔ ۔
مگر اس کو دیکھ کر کتاب بند کر دیتی ہے اور اس کے بعد اس کے والد بھی اس کے پاس آ جاتے ہیں اور اس کے پاس آ کے بیٹھ جاتے ہیں

عامر (ثناء سے مخاطب ہو کر) بہت مشکل سے سانپ پکڑا ہے

ثناء : صحیح

عامر : تو تم نے فلمیں دیکھنا چھوڑ دی ؟

ثناء : چھوڑ دی ہیں اور گانے بھی نہیں سنتی

عامر : بہت خوب ، آج سے تم 5 وقت کی نماز بھی پڑھا کرو

ثناء : انشاء اللہ

عامر : اور قرآن مجید کی تلاوت بھی کیا کرو

ثناء : ہاں ، بالکل کیا کروں گی

اس کے بعد وہ بشیر صاحب سے اجازت طلب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ کچھ دن کے لیے آزمائش کے لیے تیار نہیں ہے کیونکہ گھر پہ کچھ کام ہے تو انشاء اللہ اگلے ہفتے میں حاضر ہوں گا

بشیر صاحب ؛ کوئی بات نہیں ، تمھاری اگلی آزمائش ویسے بھی بالکل مختصر ہے ، زیادہ سے زیادہ 15 منٹ کی ہوگی

عامر : جی یہ تو بہت اچھا ہے (اس کے بعد اپنے گھر واپس آ جاتا ہے)

ثناء (اپنے ابو سے مخاطب ہو کر) یہ کونسی آزمائش ہے ؟ جو صرف پندرہ منٹ کی ہے

بشیر صاحب : بیٹی دیکھا نہیں باہر جیز والے ٹاور لگا رہے ہیں امید ہے کہ یہ اگلے ہفتے تک ٹاور لگ جائے گا اور آزمائش ہوگی ٹاور پہ چڑھنا اور اترنا اور وقت بتائیں گے کمپنی والے

ثناء : اگر اسے کچھ ہو گیا تو؟

بشیر صاحب : کچھ نہیں ہو گا اور یہاں پر اگر اس سے کوئی کمی بھی ہو گئی تو رعایت دوں گا ۔ ۔ اور معاف کر دوں گا

ثناء : جی ابو، ٹھیک ہے

اس کے بعد وہ ایک ہفتے بعد جمعے والے دن اس کے بعد ان سے ملنے آتا ہے تو شیر صاحب کہتے ہیں کہ کل تک وہ ٹاور لگ جائے گا اور کل تم نے اس ٹاور پر مقررہ وقت پہ چڑھنا اور اترنا ہے اور وہ انعام میں گاڑی دیں گے یہی تمہاری آزمائش ہے

عامر : میں تو بہت خوش تھا، مگر قسمت !

اگلے دن ٹاور تقریبا دن کے 11 بجے تک لگ جاتا ہے اور کمپنی والے اعلان کر دیتے ہیں کہ جو بھی اس ٹاور پر پانچ منٹ میں چڑھ کر اتر آئے گا اسے انعام میں نئی گاڑی دی جائے گی اس میں تقریبا چار لوگ حصہ لیتے ہیں جن میں سے ایک عامر ہوتا ہے اور وقت شروع، یہ پہلے تو اونچائی دیکھ کر ہی ڈر جاتا ہے مگر پھر سوچتا ہے کہ پیار میں تو حوصلے بلند ہو جاتے ہیں چلو یہ بھی کر کے دیکھ لیتے ہیں پھر اللہ کا نام لے کر چڑھنا شروع کر دیتا ہے شروع شروع میں تو بہت تیزی سے چڑھتا ہے مگر جیسے جیسے اوپر کو جاتا ہے رفتار کم ہوتی جاتی ہے اور بالاخر تین منٹ پانچ سیکنڈ میں ٹاور کی چوٹی پر پہنچ جاتا ہے مگر ایک شخص تو صرف دو منٹ 58 سیکنڈ میں چوٹی پر پہنچ جاتا ہے اور وہ عامر سے پہلے ہی نیچے اترنا شروع ہو جاتا ہے یہ دل میں خیال کرتا ہے کہ آج تو وہ پکا ہار جائے گا پھر عامر نیچے اترنا شروع کر دیتے ہیں اونچائی اب 26 فٹ رہ جاتی ہے اور باقی صرف اٹھ سیکنڈ اور وہ بندہ 21 فٹ دور ہوتا ہے وہ بھی اترتا تو اسے کم از کم 10 سیکنڈ لگ جاتے اور اس کو تقریبا 15 سیکنڈ لگتے تو عامر نے اللہ کو یاد کر کے اپنا ہاتھ چھوڑ دیتا تقریبا چار سیکنڈ میں ٹاور کے ساتھ ایک چھپر ہوتا ہے اس پر گرتا ہے مگر وہ چھپر سخت نہیں ہوتا عامر کو اتنی چوٹ نہیں آتی اور پھر فوراً اس سے بھی چھلانگ لگا دیتا ہے اور پورے پانچ منٹ میں نیچے پہنچ جاتا ہے اور باقی دو لوگ تو بہت ہی زیادہ سست ہوتے ہیں وہ اب بھی ٹاور پر ہی رینگ رہے ہوتے ہیں ہر طرف تالیوں کی گونج شروع ہو جاتی ہے اور اس طرح یہ جیت جاتا ہے لیکن اس میں اتنی ہمت بھی نہیں رہتی کہ وہ اٹھ کر کار کی چابی پکڑلے، پھر ایک کمپنی والا اس کے پاس آتا ہے اور اس کو اٹھاتا ہے اور پھر اس کے حوالے چابی کر دیتا ہے کہ آپ اس کار کو لے جا سکتے ہیں

عامر : کیا اس میں پٹرول ہے ؟

کمپنی والا (ہنستے ہوئے) ٹینکی فل ہے۔۔۔

عامر : واہ، پھر تو بہت اچھا ہے

پھر بشیر صاحب سے کہتا ہے کہ چلیں گاڑی لے چلیں اور سیدھا ہسپتال لے چلیں مجھے

بشیر صاحب : بالکل۔۔

اس کے بعد وہ ہسپتال جاتے ہیں عامر کی ٹانگ اور بازو پر کچھ چوٹ آجاتی ہے تو اس کا علاج کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد بشیر صاحب اپنی بیٹی سے کہتے ہیں کہ کچھ دیر اس کے پاس بیٹھی رہو ہم ابھی آتے ہیں۔۔ یہ اٹھ تو سکتا نہیں صرف بات ہی کر سکتا ہے۔

اور پھر اسی حالت میں عامر ثناء سے پوچھتا ہے

کیا اب تم نماز پڑھتی ہو؟

ثناء : ہاں پڑھتی ہوں۔۔ کبھی کبھار ایک آدھ نماز رہ جاتی ہیں مگر زیادہ پڑھتی ہوں

عامر : کوشش کرتی رہو تاکہ جو رہ جاتی ہے وہ بھی نہ رہے اور اچھے کپڑے پہنا کرو اور چہرے پر حجاب بھی کر لیا کرو

ثناء : میرا بھی دل یہی چاہتا ہے پر اس پر اتنی توجہ نہیں دے رہی

ابھی وہ باتیں کر رہے ہوتے ہیں کہ شیر صاحب آ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کہہ رہے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ 48 گھنٹوں میں تو بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے ۔ ۔

کہو تو تمہارے گھر والوں کو اطلاع کر دوں !

عامر : نہیں ، نہیں ، نہ بتا ئیے گا وہ خواہ مخواہ پریشان ہوں گے

بشیر صاحب : لگتا ہے تم بزرگوں سے تھوڑا دور رہتے ہو ، ان کی باتیں کم سنتے ہو

عامر : ہاں شاید ۔ ۔ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہتے ہیں کہ یہ صحیح ہے اور وہ غلط وغیرہ وغیرہ

بشیر صاحب : ٹھیک ہے کیونکہ تمہیں بزرگوں کی خدمت کا کبھی موقع نہیں ملا اس لیے تمہاری اگلی ازمائش ہے تائی اماں کی خدمت کرنا

عامر : کیا ؟ !!

بشیر صاحب : ہسپتال سے فارغ ہوتے ہی تم نے وہاں جانا ہے

عامر : ان کی خدمت کرنا تو ٹھیک ہے مگر کب تک ؟ اور وہ کس مزاج کی ہیں ؟

بشیر صاحب : اچھے مزاج کی مالک ہے اور تم نے صرف آٹھ دن خدمت کرنی ہے

عامر : ٹھیک ہو گیا ، کچھ تو عقل مجھے بھی آئے گی

بشیر صاحب (ہنستے ہوئے) وہ تو ہے

اس کے بعد وہ ہسپتال سے ڈسچارج ہو جاتا ہے ایک دن گھر میں گزارتا ہے اس کے بعد تائی اماں کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے

عامر : سلام تائی اماں

اماں ؛ کون ہے تو ! خواہ مخواہ تائی تائی کہہ رہا ہے

عامر : مجھے بشیر صاحب نے بھیجا ہے

اماں : وہ نالائق خود تو آتا نہیں اور سارا دن دوسروں کو خدمت کا کہتا رہتا ہے

عامر : جی میں آپ کی خدمت کے لیے ہی آیا ہوں

اماں : اچھا ۔ ۔ کیا خدمت کرے گا میری ؟

شکل سے تو تو بھی نالائق ہی نظر آتا ہے

عامر : جی ، موقع تو دیجیے

اماں : اچھا اچھا، وہاں پر آٹا پڑا ہے تھیلے میں اسے برتن میں لے اوَ

عامر : جی ابھی لایا (آٹا لے کر آتا ہے)

اماں : نالائق اتنا آٹا کیا کرنا تھا؟

عقل نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے

عامر : جی اماں، کتنا آٹا لانا ہے؟

اماں : بس تین روٹیوں کا لے آوَ

عامر : جی اماں (پھر ویسا ہی کرتا ہے)

اماں : اب وہاں سے گھڑے میں پانی لے آوَ اسے گوندھنے کے لیے

عامر : جی اماں (پھر وہ پانی لاتا ہے)

یہ لو اماں ۔۔

اماں : گدھے اب اسے گوندھو ایسے ہی روٹیاں تھوڑی بنتی ہیں

عامر : میں نے تو کبھی آٹا نہیں گوندھا

اماں : تو تو سچ میں گدھا ہے اس میں کون سا منتر پڑھنے ہیں تھوڑا سا پانی ڈالنا ہے اور پھر آٹے کو ہاتھ میں لے کر مسلنا ہے یا کہ اس سے بھی آسان یہ ہے کہ آٹے میں اتنا پانی ڈالو کہ یہ نیم تر ہو جائے اور پھر آٹے کے ساتھ لڑائی شروع کر دینا

عامر : جی، آٹے کے ساتھ کیسے لڑائی!

اماں : تم نوجوان لونڈوں کو اور تو کوئی کام ہوتا نہیں لڑائی کے علاوہ، چلو آٹا گوندھو۔۔ اور اب مت پوچھنا کہ کیسے؟ اپنی ماں کو دیکھ لیتے کیسے گوندھتی ہے۔۔ پر تم، نالائق ہو۔۔

عامر : جی گوندھتا ہوں

(اس کے بعد عامر کی لڑائی آٹے کے ساتھ شروع ہو جاتی ہے اور اس لڑائی میں وہ جیت جاتا ہے اس کے بعد تائی اماں سے پوچھا کہ اب کیا کرنا ہے)

اماں : اب روٹیاں پکاوَ بھوک نہیں لگی تمہیں۔۔ پھر کہو گے کہ مہمان آیا تھا اور تائی نے مہمان نوازی بھی نہیں کی۔۔

عامر : جی اماں، آپ جیسی عمدہ مہمان نوازی کسی نے بھی نہیں کی

اماں (ہنستے ہوئے) بیٹا، میں بڑے دل کی مالک ہوں، وہ بشیر تو کنجوس ہے

عامر؛جی اماں ، (اس کے بعد عامر روٹیاں پکاتا ہے جوکہ آدھی پکی ہوئی اور آدھی کچی رہ جاتی ہیں اس پر بھی تائی اس کو15 منٹ کا لیکچر دیتی ہیں اور یہ جی جی کر کے سنتا ہے)

اماں : اب وہاں پر پڑے برتن دھودینا میں ذرا آرام کرلوں

عامر : جی اماں ،

(جب وہ جا کر برتن دیکھتا ہے تو سر چکرانے لگتا ہے کوئی40 سے50 برتن پڑے ہوتے ہیں جیسے ایک ماہ سے برتن ہی نہیں دھوئے اور وہاں پر برتن دھونے کے لیے صابن بھی نہیں ہوتا اور وہ بیچارہ پہلے برتن والا صابن لے کر آتا ہے پھر برتن دھونا شروع برتن سیاہ ہوئے پڑے ہوتے ہیں جن کو ان کی صحیح رنگت دیتے دیتے اس کے پسینے چھوٹ جاتے ہیں اور برتن دھوتے ہوئے بھی ایک الگ ساز پیدا کر رہے ہوتے ہیں کچھ چر،چر کچھ چک چک چوں چوں ایسے جیسے برتن کہہ رہے ہیں اپ جانے دو معاف کر دو (جاندی کر)

خیر برتن دھل گئے (اتنے میں اماں پھر آجاتی ہے

اماں : کمبخت دو گھنٹے برتن ہی دھوتا رہا ہے کپڑے کس نے دھونے ہیں؟ تیرے ابو نے آکر۔۔

ایک تو وہ نالائق بشیر خود یہاں آتا نہیں ،اور بیٹی کو بھی سارا دن کوئی کام کرنے نہیں دیتا

عامر : جی اماں

اماں : ابھی جاؤ اور بازار سے کپڑے دھونے والا صابن اور سرف لے کر آؤ اور کپڑے دھونے کے بعد میرے پاؤں بھی دبانے ہیں میں آج بہت تھک گئی ہوں

عامر : جی اماں

(اتنی خدمت رانجھے نہ ہیر کے ابو کی بھی نہیں کی ہوگی! جتنی مجھے تائی کی کرنی پڑ رہی ہے ، اتنے میں تائی اماں کی پھر سے آواز آتی ہے

سو گیا کم بخت!!

عامر : جی اماں ، کیا؟

ابھی بازار جاتا ہوں (پھر وہ صابن اور سرف لاتا ہے)

پھر ایک اچھے دھوبی کا کردار ادا کرتا ہے اور کپڑوں کی صفائی تمام سرف اور صابن سے ســـستی ، یہاں پر اصل بازوؤں کا زور سامنے آئے گا ، اب تو کہنا پڑے گا ، "اب کوئی داغ بچ کے دکھائے"

پھر کپڑے دھوتا ہے اور اس کے بعد پھر تائی اماں کے پاس جاتا ہے وہ آرام کر رہی ہوتی ہیں

اماں : دھو لیے کپڑے ؟

عامر : جی ، چلو اب میرے پاؤں دباؤ، آج کل کی نسل تو بڑوں کی خدمت کو توہین سمجھتی ہے میں جب تمہاری عمر کی تھی تو سارا دن کام کرتی تھی اور پھر شام کو اپنی امی کے پاؤں دباتی تھی وہ مجھے کہانی سناتی تھی اور پھر خود کہتی تھی کہ بیٹی بس کرو تم نے سارا دن کام کیا ہے اب پاؤں کل دبانا مگر پھر بھی میں پاؤں دباتی رہتی تھی وہ مجھے ڈھیر ساری دعائیں دیتی تھی

عامر : جی اماں ، پھر وہ اماں کے پاؤں دباتا ہے اور اماں سو جاتی ہے پھر وہ اپنے بستر پر جا کر گدھے کی طرح گر جاتا ہے سارا دن کا تھکا ہوتا ہے اور فوراہی گہری نیند میں سو جاتا ہے ۔ ۔ اگلی صبح اماں پہلے ہی اٹھی ہوتی ہے اور عامر کو آوازیں دے رہی ہوتی ہے اٹھو بیٹا ، نماز پڑھ لو ۔ ۔ اس کے بعد وہ اٹھتا ہے اور نماز پڑھتا ہے

عامر : جی آج کیا کرنا ہے ؟

اماں : آج سارے گھر کی صفائی کرنی ہے

عامر : جی اماں ، پھر اک ہاتھ میں جھاڑو ، تو دوسرے ہاتھ میں بالٹی اور صفائی شروع ، صفائی کے دوران تین پہلوان چوہے بھی شہید کرنا پڑتے ہیں اور وہ دفنانے بھی پڑھتے ہیں ۔ عامر کے چہرے کا نقشہ اس وقت بن نہائے آئنسٹائن کہ جیسے ہوتا ہے اور خاکروب بھی اپنا استاد مان لیں ۔ ۔ چہرے پر پاؤڈر ، کریم اور اضافی میک اپ اس قدر روشن ہوتا ہے کہ چہرہ چودویں /100 کا چاند نظر آ رہا ہوتا ہے ، ، بس نظر نہ لگ جائے ، صفائی ختم ہونے کے بعد اپنا چہرہ صاف کرتا ہے

اماں : نالائق ، ابھی تک صفائی نہیں ہوئی ، چائے بھی بنانی ہے تم نے

عامر : جی اماں ، پھر چائے بناتا ہے اور دل میں سوچتا ہے کہ اگر گھر کے کام کرتا ہوتا تو آج یہ کام کتنے آسان ہوتے ۔ ۔

پھر وہ چائے اماں کو پیش کرتا ہے تو یہ اماں چائے پینے کے بعد کہتی ہے

اب یہ گندم پسائی کے لیے چکی پر لے جاؤ

عامر : ساری گندم ، یہ تقریباً پچاس کلوگرام ہوگی

تائی اماں : تم جوان ہو ، یہ بھی کوئی وزن ہے میں تو جوانی میں اتنا وزن آسانی سے اٹھا لیتی تھی

عامر : جی اماں ، دو بار کر کے لے جاتا ہوں

اماں : چلو نالائق ، جیسے دل کرتا ہے لے جاؤ

عامر : جی اماں ، پھر وہ گندم پسوا کر لاتا ہے

اس طرح وہ آٹھ دن تک تائی اماں کی خدمت کرتا رہتا ہے اور پھر واپسی پر دعائیں لے کر آتا ہے اس کے بعد وہ ثنا کے گھر جاتا ہے تو وہاں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بازار کپڑے خریدنے گئی ہے اور گھر پر بشیر صاحب ہوتے ہیں وہ عامر کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تائی اماں کی خدمت میں دشواری تو نہیں ہوئی

عامر (مسکراتے ہوئے) جی نہیں ، آپ سنائیں ۔ ۔

بشیر صاحب : میں بس پہ آ رہا تھا (کیوں کہ گاڑی خراب تھی ، اسے مرمت کروانے بھیجا ہے) تو راستے میں کافی دشواری ہوئی اس لیے میں نے سوچا کہ عامر کو اس کا بھی تجربہ ہو جائے لہذا کل سے تم نے 15 دن تک کے لیے بس کنڈکٹر بننا ہے ۔ ۔

عامر : جی حضور ، آپ کا حکم سر آنکھوں پر

بشیر صاحب :بس ڈرائیور سے میری بات ہوگئی ہے تم کل چلے جانا اس کا نام ساجد ہے

عامر : اب تو جانا ہی پڑے گا اس کے بعد وہ گھر واپس آتا ہے اور اگلے دن بس ڈرائیور سے ملتا ہے اور اس سے پوچھتا ہے کیا آپ سے بشیر صاحب نے کل بات کی تھی ؟

ساجد : ہاں ہاں ، تو آج سے تمہاری کنڈکٹری شروع

عامر :بچا ، میں نے آج تک کنڈکٹری نہیں کی

ساجد : بالکل آسان ہے ہمارا سفر ملتان سے قصور کا ہے تم نے سواری کو دیکھ کر کہنا ہے ملتان ملتان (اگر ہم ملتان جا رہے ہیں) اور پھر کہنا ہے قصور قصور (واپسی پہ اور سواری کو بٹھا لینا ہے)

عامر : کرایہ کتنا ہے ؟

ساجد : ملتان سے قصور کا 600 روپے اور باقی اگر سواری راستے میں اترے تو ہر ایک کلومیٹر کا دو روپے ہے ، تم ساتھ چلو سب پتہ چل جائے گا اور ہاں راستے میں طلباء ہوتے ہیں بس ان کو قابو کرنا ہے

عامر : قابو کیسے ؟

ساجد : وہ تم جانو اور وہ جانیں ، اب چلو

یہ بس کا دروازہ ہے اس جگہ پر تم نے کھڑے ہونا ہے اور کسی سیٹ پر نہیں بیٹھنا اور جب بس رک جائے تب اس دروازے سے نیچے اتر کر بولنا ہے

ملتان ملتان اے ، ۔ قصور قصور

اور جو بھی سواری جا رہی ہو اس سے پوچھنا ہے

اگر عورت ہو تو اس سے کہنا ہے

"باجی آؤ ، تشریف رکھیے ، یہی بس قصور جا رہی ہے ، مکمل ، قصور لے کر جائے گی ، اور اگر بندہ ہو تو اس سے صرف اتنا کہنا : آؤ بھائی جان"

عامر : جی ٹھیک ہے ، اور اگر کوئی طالب علم ہو؟

ساجد : اس سے کہنا ہے کہ وہ کسی دوسری بس میں چلا جائے وہ پیچھے بس آ رہی ہے اس میں بیٹھ جائے اور اگر کبھی طالب علم نے پوچھا کہ بس چلنے میں کتنا وقت پڑا ہے اگر پانچ منٹ پڑے ہوں تو اس سے کہنا 15 منٹ پڑے ہیں

عامر : اور سواری کا سامان وغیرہ ؟

ساجد : وہ تم نے ہی رکھنا ہے اور میں تھوڑا ہی اپنی سیٹ چھوڑ کر آؤں گا

اس کی کنڈکٹری شروع ،

ایک عورت گزر رہی ہوتی ہے اسے دیکھ کر آؤ باجی ، آؤ یہی بس جا رہی ہے آؤ ملتان ملتان

عورت : پر میں نے تو لاہور جانا ہے

عامر : اچھا باجی ، (پھر دوسری عورت اپنے بچوں کے ساتھ جا رہی ہوتی ہے اسے دیکھ کر آؤ باجی آئیے بس چلنے والی ہے صرف پانچ منٹ رہتے ہیں ۔ ۔

وہ آجاتی ہے اور خود تو بس پر چڑھ جاتی ہے مگر بچوں کو عامر کو چڑھانا پڑتا ہے

عورت : آرام سے چڑھاؤ ، آگ لگی ہوئی ہے ، بچے کے پاؤں کو کچھ ہو جاتا تو

عامر : جی باجی (پھر اک بزرگ گزر رہا ہوتا ہے ، اسے دیکھ کر

آؤ بابا جی ، اپنی ہی بس ہے ، آئیے ، کہاں جانا ہے ؟

بزرگ : بورے والا

عامر : جی بیٹھیے ہے بوراوہاڑی جہاں کہیں گے ہم اتار دیں گے پھر وہ بزرگ بیٹھ جاتا ہے اس طرح سواریاں آتی ہیں کچھ کے پاس سامان ہوتا ہے کچھ بنا سامان کے کچھ نے مصنوعی خوبصورتی کواجاگر کیا ہوتا ہے کچھ نے اپنے چہروں پر پاؤڈر لگا رکھا ہوتا ہے کچھ سیاہ بدن حسیناؤں نے اپنے لبوں کو سرخی سے لال کیا ہوتا ہے بچے بڑے عورتیں مرد اور بس بھر جاتی ہے ۔ ۔ ادھر سے ایک بج کر30 منٹ کا وقت ہوجاتا ہے اور شہر کی وہ مخلوق باہر آنا شروع ہوجاتی ہے جو سراپہ بند ہوتی ہے اور جن کو دیکھتے کنڈکٹر صاحب کوالرجی شروع ہو جاتی ہے بس چلنے میں تین منٹ باقی ہوتے ہیں چند طلباء بس کے دروازے کے پاس آکر کھڑے ہوجاتے ہیں

عامر : دروازے سے دور دور ہو جاؤ ، ابھی تیس منٹ ہوئے ہیں ، بس چالیس پہ جائے گی

طلباء : ہم کون سا اندر داخل ہو رہے ہیں باہر ہی کھڑے ہیں

اتنے میں ساجد اواز دیتا ہے ان کو کہو کہ چھت پہ چڑھ جائیں یا پھر پچھلی بس میں آجائیں بس کے اندر جگہ نہیں ہے

عامر : چلو، چلو ، چھت پہ چڑھ جاؤ ، مگر طلباء اس سے زائد ہوتے ہیں چھت پر کہاں پورے آنے والے تھے خیر چھوٹی جماعت والے طلباء نے اللہ کو یاد کیا اور چھت پہ چڑھ گئے مگر بڑی جماعت والے طلباء اسرار کر رہے تھے کہ اندر ہی جائیں گے پھر انہیں اندر داخل کر دیا ، بس طلباء اور سواری سے بھر گئی ادھر سے قلفی بیچنے والا بھی آٹپکا

قلفی والا : گرمی میں اپنا دل ٹھنڈا کیجیے گرمیوں کا خاص تحفہ چھوٹی قلفی کے 10 روپے کی بڑی 20 روپے کی یہ قلفی نہیں میوہ ہے ، میوہ ۔ ۔ اور اس نے اپنی دکانداری بس میں شروع کر دی اس کے ساتھ ہی سواریوں نے شور مچانا شروع کر دیا بس چلاؤ بس چلاؤ تو ساجد نے بس چلانا شروع کر دی اور ہم نے کرایا وصول کرنا شروع کر دیا

عامر (سواری سے) ہاں بھئ کرایہ

سواری : کتنا ؟

عامر؛ کہاں جانا ہے ؟

سواری : بورے والا

عامر : چار سو روپے

سواری : اتنا زیادہ ابھی کل تو میں 300 روپے دے کر آیا ہوں تم نے آگ لگا رکھی ہے ایک دن میں ہی 100 روپے بڑھا دیے ہیں میں ہر روز آتا جاتا ہوں

عامر : ہم کون سا پہلے دن جا رہے ہیں اوپر سے پٹرول اتنا مہنگا ہے سواری تو کہتی ہے کہ مفت میں ہی لے جاؤ

سواری : 350 لے لو

عامر : آپ کو بتایا ہے کہ کرایہ 400 روپے ہے پھر آپ ضد کیوں کر رہے ہیں اگر آپ نے جانا ہے تو 50 روپے دے دیجیے یا پھر اگلے سٹاپ پر اتر جائیں ساتھ میں دوسری سواریاں بھی بولنا شروع کر دیتی ہیں اور ان کا ووٹ بھی اپنی سواری کی طرف ہوتا ہے اور کنڈکٹر صاحب کی شان میں کچھ مرچ لگانے والے جملے بھی بولتے ہیں

"یہ لوگ تو بھوکے ہیں، بھوکے"

"گورنمنٹ ایک روپیہ پٹرول بڑھائے تو یہ ایک سو روپے کرایہ بڑھا دیتے ہیں"

"خدا کا خوف تو ہے ہی نہیں ان لوگوں میں"

اور کنڈکٹر صاحب کی اچھی خاصی توہین کرتے ہیں مگر اب ان کی بے عزتی تو نہیں کر سکتا اور یہ غصہ طلباء پر نکالتا چار طلباء کھڑے ہوتے ہیں بس کے اندر عامر ان سے مخاطب ہو کر

کسی جگہ پر بیٹھ جاؤ منہ اٹھا کر چڑھ جاتے ہیں ایک تو گورنمنٹ نے ذلیل کر رکھا ہے بچے لوگوں کے اور لے جانے ہمیں پڑھتے ہیں اور وہ بھی مفت میں

بس میں کنڈکٹر سے بھی کم عزت جس مخلوق کی ہوتی ہے طلباء ہیں۔۔

یا پھر ایسی مثال لے لیجیے کہ اگر بس میں گدھے کو لے جانا ہو اور اس کا کرایہ لینا ہو اور طلباء کو لے جانا ہو مفت میں تو اس گدھے کی عزت پھر بھی زیادہ ہوگی بہ نسبت ان کے۔۔ شاید یہ تو کنڈکٹر طلباء کا آپسی معاملہ ہے یہ تو چلتا رہے گا اس طرح ایک سے دوسری اور دوسری سے تیسری سواری سے لڑتے جھگڑتے کرایا وصول ہو جاتا ہے مگر عامر کو احساس پہلے دن ہی ہو جاتا کہ آج کل کے سیاست دانوں کے بعد جس کی سب سے کم عزت ہوتی ہے وہ کنڈکٹر بیچارے ہوتے ہیں پھر اسی طرح ہر روز کا معمول بن جاتا ہے کبھی ملتان کبھی قصور اور اس دوران اس کی نیند بھی پوری نہیں ہوتی اور ملتان سے لے کر قصور تک جتنے سٹاپ آتے ہیں بشمول طلباء کے سٹاک جن میں اڈا چک شفیع رنگ شاہ وغیرہ قابل ذکر ہیں کیونکہ یہاں پر اس مخلوق کی ی زیادتی پائی جاتی ہے اور آئے دن کوئی نہ کوئی بس، انتظامیہ کے ہاتھ سے دوبارہ نئے نقشے سے بن کر سفر کرتی رہتی ہے

اور اس طرح اس کے کنڈکٹری کے 15 دن بھی گزر جاتے ہیں مگر ان 15 دنوں میں وہ جتنا ذلیل ہوا ہے اتنا ذلیل کسی دوسرے کام میں کم ہی ہوا ہو گا

اس کے بعد وہ اپنے گھر واپس آتا ہے (کیونکہ عامر کے ابو نے اجازت دی ہوتی ہے کہ وہ کوشش کر سکتا ہے اگر لڑکی کے والدین آ کر رشتہ دیں)

اس لیے وہ عامر سے زیادہ نہیں پوچھتے اس کے بعد وہ ثنا سے ملنے اس کے گھر جاتا ہے تو دیکھتا ہے کہ ثناء انڈے پکا رہی ہے (فرائی ایگ)

عامر: آج خیریت ہے، تم کھانا پکا رہی ہو؟ تمھاری امی کہاں ہے؟

ثناء: اج امی سیڑھیوں سے اتر رہی تھی تو وہ پھسل گئی جس سے ان کے پاؤں میں موچ آ گئی ہے ابھی دوا لے کر آئی ہیں ڈاکٹر نے کہا کہ دو یا تین دن میں ٹھیک ہو جائیں گی

عامر: اللہ ان کو شفا عطا فرمائے۔۔

تو تم کھانا بنا لیتی ہو؟

ثناء: نہیں بس انڈے ہی بنانے آتے ہیں کیونکہ میں زیادہ تر پڑھتی رہتی ہوں اور امی سب کچھ بناتی ہے

عامر: تو تم بھی سیکھ لو

ثناء: مجھے کیا ضرورت ہے! سیکھنے کی

عامر: کل کو شادی کے بعد بنانا پڑے گا

ثناء: لو، جی، تائی اماں کی خدمت کر کے آئے ہو، کھانا بنانا تو سکھایا ہی ہو گا

عامر: ہاں، سکھایا ہے

ثناء: پھر تو مسئلہ ہی حل ہو گیا، شادی کے بعد تم ہی کھانا بناؤ گے

عامر: مطلب، زن مریدی، شادی کے بعد

ثناء (ہنستے ہوئے): محبوبہ مریدی، واضح ہے مجھ سے شادی کرنی ہے تو۔۔

عامر: خیر یہ تو بعد کی بات ہے (اتنے میں بشیر صاحب دروازہ کھولتے ہیں گھر میں آ جاتے ہیں اور وہ عامر سے کہتے ہیں آج تو ہم کچھ دیر پہلے ہی آ گئے

عامر: جی، گھر سے سیدھا یہاں آیا ہوں

بشیر صاحب: ٹھیک ہے، مگر ہم میں یہ طے ہوا تھا کہ تم میری بیٹی سے صرف میری موجودگی میں بات کر سکتے ہو

عامر : جی میں بھول گیا، معاف کر دیجیے

بشیر صاحب : معافی پہلے خدا سے مانگو، استغفار میں تم نے کل ایک روزہ رکھنا ہے ساتھ میں ایک ہزار رکعت مسجد میں ادا کرنی ہے ،اس کے بعد میں تمھیں معاف کر دوں گا

عامر : جی، (دل میں سوچتا ہے کہ اب ہاتھ آگیا ہوں)

بشیر صاحب : تو اب تمھیں اجازت ہے

عامر : جی، جناب (اس کے بعد گھر واپس آتا ہے اور دل میں سوچنے لگتا ہے کہ "جب پیار کیا تو اکڑنا کیا"

اور اگلی صبح اٹھ کر روزہ رکھ لیا، مگر مسجد میں جانے سے شرم آ رہی ہوتی ہے جیسے آج کل کے ہر مسلمان نوجوان کو۔۔ پھر سوچا اچھا ہے کیونکہ اس نے بھی مسجد کا منہ نہیں دیکھا ہوتا اچھی طرح سے وضو بھی نہیں کرنا آتا دوسروں ضرور کہتے ہے کہ نماز پڑھنی چاہیے اس میں تو اکثر مفتی بھی اپنے شاگرد بنا لے مگر خیر اس نے سچے دل سے خدا کو یاد کیا مسجد میں اس کو دیکھ کر بہت سے نمازی بھائیوں نے مذاق بھی اڑایا مگر اس نے دل میں سوچا کہ وہ یہاں پر خدا کو راضی کرنے آیا نہ کہ لوگوں کو۔۔ اس لیے وہ مسجد میں جا کر نوافل پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔۔ ظہر کی نماز سے پہلے تک تو اتنی پیاس محسوس نہیں ہوتی مگر اس کے بعد مسجد کے نمازیوں کو وضو کرتا دیکھ کر پانی کی ایک ایک بوند کا احساس ہونے لگتا ہے۔۔ امام مسجد صاحب اس کو نوافل ادا کرتا دیکھ کر فرماتے ہیں (خود تو وہ مذاق ہی کرتے ہیں)

"اگر اس طرح ہر روز یہ روزہ رکھ کر نوافل پڑھتا رہا تو امید ہے کہ ایک ماہ تک آدھا قطب تو بن ہی جائے گا"

اس کے بعد چند نمازی کچھ باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں

مگر وہ دل میں سوچتا ہے کہ ثناء کے پیار کے لیے اگر وہ اتنا کچھ کر سکتا ہے تو خدا کے پیار کے لیے یہ ذلت کیسی !اور پھر دل میں وعدہ کرتا ہے کہ آئندہ سے وہ مسجد میں آ کر نماز ادا کرے گا اور کوئی فرض نماز قضا نہیں کرے گا

اس کے بعد وہ ایک ہزار رکعت دو روزوں کے درمیان ادا کر لیتا ہے۔۔

اور پھر بشیر صاحب سے ملتا تو وہ کہتا ہے کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔۔

تمہاری اگلی آزمائش یہ ہے کہ تم نے لوگوں کو اپنی باتوں میں مائل کرنا ہے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنی بات مائل کرنا ہے

عامر : مگر میں اتنا پڑھا لکھا نہیں ہوں

بشیر صاحب : کتنی جماعتیں پڑھی ہیں ؟

عامر : نوویں سے سکول چھوڑا تھا

بشیر صاحب : واہ، کم ازکم دسویں توپاس کر لیتے ، خیر اگلے ہفتے دسویں کے پیپر ہیں تو تم بھی پیپر دے لو۔

عامر : مگر کیسے ؟ میں کسی سکول میں داخل نہیں ہوں اور مجھے آتی جاتی بھی کوئی چیز نہیں ہے اتنا لائق ہوتا تو پہلے سکول کیوں چھوڑتا؟

بشیر صاحب؛ سکول میں داخل کروانا ضروری نہیں اور تمہارا داخلہ بھجوانا میرا کام ہے.بس تم پیپروں کی تیاری کرو۔۔ہاں اس میں تمہیں ایک رعایت دیتا ہوں تم نے صرف 34 فیصد نمبر پیپر میں لینے ہیں۔۔

صرف پاس ہونا ہے تم نے توکل سے تیاری شروع کر دو تمہارے پاس ایک ہفتہ ہے ابھی

عامر : جی

اس کے بعد وہ پیپروں کی تیاری شروع کر دیتا ہے ، پہلی کتاب : مطالعہ پاکستان :

قائداعظم کراچی میں پیدا ہوئے ، آپ نے میٹرک میں بہت اچھے نمبر لیے۔۔

یہ کیا بات ہوئی ؟

قائداعظم نے پہلی جماعت کہاں سے پاس کی ؟ یہ تو لکھا ہی نہیں ہوا اور جتنے نمبر آئے یہ بھی نہیں لکھا ہوا

اس سے اگلی سطر : اسے بچپن سے پڑھائی کا شوق تھا

عامر : لو جی ، ایسے ہی گپیں لگائی ہوئی ہیں ، بچپن میں اسے کیا پتہ ہوگا

اگلی سطر : 1906 میں یہ کیا 1909 میں وہ ہوا اور 1929 میں وہ کیا

عامر : یار یہ تو بڑا مسئلہ ہے ، جو بھی کام کیا ہے وہ کسی نہ کسی تاریخ کو کیا ہے اور مجھے تاریخ یاد نہیں رہتی

چلو اسے چھوڑ کر اردو کی کتاب پڑھتے ہیں ، اردو آخر ہماری قومی زبان ہے

عامر جیسے ہی اردو کا خلاصہ کھولتا ہے

سامنے لکھا ہوتا ہے

قواعد و انشا پردازی

عامر : اتنے مشکل لفظ ، اتنے مشکل الفاظ تو انگلش میں بھی نہیں ہیں ، خیر آگے پڑھتے ہیں

کسی بندے کا نام اسم کام فعل یہ تو اسان باتیں ہیں ہاں وہ الفاظ جو کسی کی تعریف کے لیے بولے جائیں جیسے کہ واہ واہ ماشاءاللہ یہ کسی کے غم کے اظہار کے لیے بولے جائیں جیسے کہ اوہ! دعا دینے کے لیے بولے جائیں ان کو حروف دعائیہ یا فجائیہ کہتے ہیں ہیں یہ تو ٹھیک ہے مگر اس میں یہ نہیں کہ "آہو" کس جگہ آئے گا

چلو آگے پڑھتے ہیں

مزکر مونث، اس میں کوے کی مونث تو دی ہی نہیں ہوئی

اتنے مشہور پرندے کی مونث کا ہی نہیں پتہ ان کو

اگر پیپر میں آگیا تو!

لکھنا پڑے گا "کوا بغیر مونث کے ہے"

یہ تو کوے پر زیادتی ہے، اس کی شریک حیات کا ذکر ہی نہیں ہے۔۔

چلو خیر اگلی کتاب پڑھتے ہیں فزکس جہاں بڑی ہو پڑی رہتی ہے جب تک کوئی اسے نہ چھیڑیں لو جی یہ تو سب کو پتہ ہے اس میں فارمولا بتانے کی کیا ضرورت تھی اس کے بعد ہر عمل کر دے عمل ہوتا مثال اگر اپ کسی جاتی ہو یا مست سائیکل کی ٹکر کر دیں تو جو وہ گالیاں اپ کو دے گی وہ رد عمل ہو گا اگر آپ کا سائیکل مارنا عمل ہے یا پھر دوسری مثال اٹپ کسی سوتے ہوئے کتے کو روڑا مار کے دیکھ لیں۔ اس والے کو لکھ لیں گے ہاں بھائی یہ تو صحیح ہے اس سے تو منٹوں میں پاس کر لوں گا اگلی کتاب انگلش کی۔۔ ابھی تک اپنی زبان تو اچھی طرح سے آتی نہیں اور پرائی کو ہاتھ پا رہے ہیں وہ سکول جاتا ہے اگر 'گو' کے ساتھ "ای ایس" نہیں لگائیں گے تو فقرہ غلط ہو جائے گا۔ اور پھر "ایکٹو یا پیسو" میں بدلنے کے قوانین یار ایک تو انگلش میں گرامر بہت زیادہ ہے۔ اس کے ساتھ "از" لگاؤ اس کے ساتھ "ایم" لگاؤ بھلا جب میں اکیلا ہوں وہ بھی اکیلا ہے تو دونوں کے ساتھ "از" کیوں نہیں لگاتے؟

اوپر سے "ٹاک ٹاک ڈاکڈ" اس میں "ایل" کو نہیں پڑھنا جب پڑھنا ہی نہیں تو پھر لکھتے کیوں ہیں؟۔ یہ بات تو سمجھ سے باہر چلو کوئی اور کتاب پڑھتے ہیں اور یہی وہی ریاضی جمع تفریق ضرب تقسیم کا تو ہم ماہر ہیں اوپر سے نویں جماعت میں بتایا گیا تھا کہ پانچ مسئلے ہیں اس میں سے ایک تو پکا لگ جائے گا۔۔ ساتھ میں معروضی بھی وہی ہے جو ہر سبق کے آخر پر دی گئی۔۔ اور آخر دو صفحات پر دی گئی تعریفیں اس میں تو پاس ہو جائیں گے۔۔ اس طرح وہ کتابیں پڑھتا رہتا ہے اور صرف ایک کتاب پڑھنا بھول جاتا ہے اور وہ ہوتی ہے "بائیو"

یہ خبر بھی اس تک پہنچتی ہے کہ پیپروں میں صرف تین نگران ہوں گے اور وہ بدلیں گے بھی نہیں۔۔

اور پہلا پیپر ہی بائیو کا ہوتا ہے اور عامر کو اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں آتا ہوتا۔ اس کو اتنا بھی پتہ نہیں ہوتا کہ بائیو کی تعریف کیا ہے؟ اور پیپر جب ہاتھ میں آتا ہے تو اس کے پسینے چھوٹ رہے ہوتے ہیں۔ پھر وہ سوچتا کہ آج نقل لگانا پڑے گی۔۔

مگر نقل لگانے کے لیے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔۔

سب سے پہلے تو یہ پتہ ہونا چاہییے کہ صحیح پیپر کس کو آتا ہے!

اوپر سے جب معروضی حل کر رہا ہوتا تو یہ پتہ ہونا چاہییے کہ کس نمبر پہ کون سی معروضی حل کی ہے۔۔ ساتھ میں ذہین طلبا دوسرے کو نقل کرواتے بھی نہیں ہیں۔۔ اور جو میرے جیسے ہیں وہ تو بس دوسروں کی کھیتی پر ہی نظر رکھتے ہیں۔ خیر پیپر دو گھنٹوں کا تھا اور یہ پہلا سوال لکھ کر بیٹھا رہا اور ایک گھنٹہ 40 منٹ گزر گئے اوپر سے نگران کسی کو سر نہیں اٹھانے دے رہے تھے اس نے سوچا کہ ایک ترکیب اگر کام کر گئی پھر اس نے اپنے پیپر کے اوپر تین ہزار روپے رکھ کر پیپر کے اوپر لکھتا ہے

"میں ثناء سے بہت پیار کرتا ہوں"

💞مجھے ثناء چاہییے💞

'ہیلپ کر دیجیے پروفیسر، پلیز!!"

نگران جب اس کے پیپر کے پاس آتا ہے تو اوپر لکھی ہوئی لکھائی اور ساتھ رکھے ہوئے پیسوں سے سمجھ جاتا ہے پھر تھوڑا سا غصے سے

"ایسے کرتے ہیں پیپر دیکھو معروضی بھی دیکھو کیسے حل کی جاتی ہے ۔ ۔ اور پھر اس کے ہاتھ سے پین پکڑ کر 20 صحیح معروضی پر ٹک لگا دیتا اور دو تین غلط لگا تا ہے باقی ٹھیک اور پھر اگلے چکر پر ا کے چار سے پانچ مختصر سوال بھی حل کر دیتا ہے اور نظر بچا کر پیسوں کو ہاتھ میں پھر جیب میں"

اور پھر عامر سے کہتا ہے "ہم پیار کے دشمن تھوڑی ہیں ، بس آپ ہماری خدمت کریں اور ہم آپ کی"

اب تو اس کی پانچوں گھی میں سر کڑاہی میں

وہ ہر روز اسے آکر تھوڑے بہت روپیہ دے دیتا ہے اور اس کی عوض 34 فیصد نمبر مل جاتے ہیں اور اس طرح اس نے دسویں بھی پاس کر لی پھر اس نے شکریہ ادا کیا نگران کا کیونکہ اس عظیم ہستی کی وجہ سے نقل کرنے میں کامیابی نصیب ہوئی

پھر وہ ثناء سے ملاقات کے لیے جا رہا ہوتا ہے کہ راستے میں بشیر صاحب مل جاتے ہیں اور وہ عامر سے کہتے ہیں کہ یار آج تو ایک چھوٹے سے سپاہی نے ہی میری واٹ لگا دی

عامر : کیا ہوا ؟ کیسے واٹ لگ گئی آپ کی

بشیر صاحب : یار میں اپنا ڈرائیونگ لائسنس گھر بھول گیا اور اس نے جب گاڑی روکی تو میرے پاس باقی تو سب کچھ موجود تھا مگر ڈرائیونگ لائسنس نہیں تھا میں نے اس سے کہا : جناب میں گھر ملازم کو فون کرتا ہوں وہ ادھے گھنٹے تک لے آئے گا مگر وہ نہیں مانا۔

عامر : پھر کیا ہوا ؟

بشیر صاحب : وہی ہوا جو پولیس والے کرتے ہیں میں نے اس کی جیب گرم کی اور اس نے اپنا دل نرم کیا

عامر : جی اچھا ، یہ سب تو ہوتا ہی رہتا ہے

بشیر صاحب : ہاں وہ مجھے پتہ ہے مگر تم نے اس پولیس والے کو چونا لگانا ہے اور میرے پیسے واپس لانے ہیں

عامر : میں یہ کیسے کر سکتا ہوں ؟

بشیر صاحب : وہ تمہارا مسئلہ ہے اس سے روپے واپس لے کر جب تک نہیں آؤ گے تب تک تم میرے گھر نہیں آ سکتے اس کا نام مجھے نہیں پتہ مگر وہ اکثر پانچ نمبر چوکی پر ہوتا ہے

عامر : جی سمجھ گیا (اس کے بعد وہ سوچتا ہے اس کو چونا کیسے لگایا جائے پھر اس کے ذہن میں ایک ترکیب آتی ہے۔۔ اپنے ایک دوست جس کا نام ارسلان ہوتا ہے اس سے رابطہ کرتا ہے اور اسے بتاتا ہے کہ کیا کرنا ہے اس کے بعد ایک خواجہ سرا سے رابطہ کرتا ہے اور اسے دو ہزار روپے میں راضی کرلیتا ہے کہ اس نے کس طرح پولیس والے کے ساتھ پیش آنا ہے۔۔ اگلے دن وہ پولیس والا چوکی نمبر پانچ پہ کھڑا ہوتا ہے اور اس کے منصوبے کے مطابق خواجہ سرا اس کے تقریبا پاس ہی چلا جاتا ہے اور اسے دیکھ کر آنکھ مارتا ہے (خواجہ سرا تقریبا 70 فیصد لڑکی جیسا ہوتا ہے) پولیس والا بھی اگے سے آنکھ مارنا شروع کردیتا ہے اور ارسلان اس دوران ویڈیو بنانا شروع کردیتا ہے خواجہ سرا

(عابدہ)

اس سے کہتا ہے تم بہت حسین ہو تمہاری چھاتی، دیکھو بہت مضبوط ہو اور یہ کہتے ہو (اس کے چہرے کو بھی چھوتا ہے) اور پولیس والا (ہنستے ہوئے) ہاں ہاں

خواجہ سرا میرے ساتھ کلب میں جاؤ گے؟

پولیس والا : کیوں نہیں, مگر ابھی ڈیوٹی پہ ہوں

پھر عابدہ : نیم باز آنکھوں سے عامر کی طرف دیکھتا ہے تو وہ اشارہ کرتا ہے تھوڑا اور

پھر عابدہ : ابھی چلونا!!

پولیس والا : ابھی نہیں ابھی ہمارا کھڑوس بڑا آفیسر آنے والا ہے وہ گدھا آتے ہی تنگ کرنے لگے گا، شام کے وقت جاؤں گا

(پھر وہ دوبارہ عامر کی طرف دیکھتا ہے تو عامر اشارہ کرتا ہے)

بہت ہوگیا

پھر عابدہ (پولیس والے سے) ابھی چلتی ہوں

پولیس والا : نمبر تو دیتی جاؤ۔۔۔ جانو

اس کے بعد عامر اور ارسلان پولیس والے کے پاس جاتے ہیں اور اسے ویڈیو دکھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ یہی ویڈیو ہم تمہارے بڑے آفیسر کو بھی بھیجیں گے اور پھر تمہاری خاطر واضح شروع

پولیس والا : ویڈیو دیکھ کر ششدر رہ جاتا ہے اور پھر گڑگڑاتا ہے

ایسا نہ کیجئے گا میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں آفیسر مجھے جرمانہ کردے گا

ارسلان : چلو ٹھیک ہے ہم بڑے آفیسر کو تمہاری ویڈیو نہیں بھیجتے پر ہم تمہاری بیوی کو تو بھیج سکتے ہیں، بھابھی جی کتنی خوش ہوگی!

پولیس والا (۔ منتیں کرنا شروع کر دیتا ہے) اور کہتا ہے وہ تو آفیسر سے بھی زیادہ میری واٹ لگائے گی وہ تو ڈنڈا پکڑ کر مجھے مارے گی ایسا نہ کرو

عامر : پھر کیا ہوا ! بھابھی جی کا حق بنتا ہے

پولیس والا؛ مہربانی کیجئے ، آپ کو آپ کے والدین کا واسطہ

عامر : ٹھیک ہے ، ٹھیک ہے ، معاف کر دیں گے مگر ہمارا اک کام کرو

پولیس والا : جی جناب ، میں حاضر

عامر : جن لوگوں سے بھی تم نے اج اور کل روپے لیے ہیں وہ جتنے بھی ہیں ہمیں دے دو ورنہ سمجھ گئے

پولیس والا : پندرہ ہزار روپے نکال کر اس کو دے دیتا ہے

عامر : تم اتنی بے ایمانی کرتے ہو ؟

پولیس والا : نہیں ، یہ دو دن کے نہیں بلکہ ہفتے کے ہیں

عامر : پھر بھی اتنی بے ایمانی ! تمھیں پتہ ہے نذ بے ایمانی حرام ہے میں تو تمہاری شکایت ضرور لگاؤں گا

پولیس والا : قسم اٹھاتا ہوں کہ آئندہ سے بے ایمانی نہیں کروں گا

ارسلان : جانے دو عامر لیکن اس کے بعد یاد رکھنا اگر ہمیں کبھی پتہ چلا کہ تم نے بے ایمانی کیا تو یہ ویڈیو ہم سیدھا نیوز والوں کو دیں گے

پولیس والا : جی ، میں کبھی بے ایمانی نہیں کروں گا

عامر : اور انکھ اور بھائی یار کو جیسے تم یہاں کسی عورت کو چھیڑ رہے ہو اگر تمہارے گھر پر کوئی تمہاری بیوی کو تو میں غصہ نہیں ائے گا اسی طرح تمہاری بیوی کو بھی تمہارے بیوی بچے ہیں ان کا خیال رکھو

پولیس والا : جی ضرور رکھوں گا

(مگر عامر کو پتہ ہے کہ اس لیکچر کا پولیس والے پر کیا اثر ہونا یار یہ بات کی بات ہے اس کے بعد ارسلان کا شکریہ ادا کرتا ہے)

اور جاتے ہوئے ارسلان اس سے پوچھتا ہے

اس ویڈیو کا کیا کرنا ہے ؟

عامر : کچھ نہیں

ارسلان : ختم کر دوں

عامر : ہاں ، ختم کر دو

اس کے بعد وہ بشیر صاحب سے ملنے گھر جاتا ہے مگر وہاں پر نہ ہی ثنا ہوتی ہے اور نہ ہی بشیر صاحب ثنا اپنی ممانی کے گھر گئی ہوتی ہے اور بشیر صاحب اپنی انڈسٹری میں پھر عامر سے جا کر ان سے وہاں ملتا ہے اور ان سے پوچھتا پولیس والے نے کتنے روپے لیے تھے ؟

بشیر صاحب : مجھ سے تو صرف 500 روپے لیے تھے

عامر : واہ واہ ، صرف اتنے سے روپوں کے بدلے میں آپ نے ۔ ۔

بشیر صاحب : دراصل میرا مقصد وہ پیسے لینا نہیں تھا بلکہ اس سے سبق سکھانا تھا اور مجھے امید ہے کہ وہ تم نے سکھا دیا ہو گا

عامر : ہاں بہت خوب صبر سکھا دیا ہے ۔ ۔ اس کے بعد وہ ایک دو لمبی لمبی بھی چھوڑتا ہے ۔ ۔ میں نے بس اسے فون ہی کیا اور وہ منتیں کرنے لگا

بشیر صاحب : لمبی لمبی چھوڑتے ہو تو آؤ تمہیں اپنے دوست سے ملوا دوں وہ بھی سارا دن لمبی لمبی چھوڑتا ہے

(اس کے بعد بشیر صاحب اپنے ایک دوست جس کا نام سفیان ہوتا ہے اس کے پاس جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ اس سے ملو یہ ہے ساہیوال شہر کے ریڈیو کے مالک)

عامر : السلام علیکم !جناب

سفیان ؛ وعلیکم السلام !کیسے ہو؟

عامر : جی ، بالکل ٹھیک ہوں

اس کے بعد بشیر صاحب اس سے کہتا ہے کہ ہمارا لڑکا بہت ہونہار ہے ہماری طرح لمبی لمبی چھوڑ دیتا ہے اس لیے میں سوچ رہا ہوں کہ کچھ دن اپ کے ہاں "ریڈیو جوکر" کے طور پر کام کر لے اس سے بھی گفتگو میں مہارت آ جائے گی

سفیان : کیوں نہیں !اسے کل ہی بھیج دیں

عامر (بشیر صاحب سے) آپ میرے ساتھ تھوڑا چلیے ، آپ سے کچھ بات کرنی ہے

بشیر صاحب (سفیان سے) آپ انڈسٹری دیکھیے میں ابھی آتا ہوں

اس کے بعد سفیان (عامر کو) اللہ حافظ !کہتے ہوئے انڈسٹری دیکھنے چلا جاتا ہے

بشیر صاحب : کہو کیا کہنا ہے ؟

عامر : دیکھیے میں نے تین آزمائشیں پوری کر لی ہیں مگر ثناء سے بات نہیں ہوئی

بشیر صاحب : وہ آج شام کو گھر آ جائے گی کیونکہ اس کی امی کی صحت ابھی تھوڑی خراب ہے تو تم شام کو آ کر اس سے بات کر لینا اگر کوئی ضروری بات ہے تو مجھے بتا دو

عامر (دل میں سوچتا ہے کہ یار اگر اس کی امی کی طبیعت خراب ہے تو وہ شام کو ملنے جائے گا تو وہ پریشان ہو گی)

اور پھر کہتا ہے جی نہیں مجھے یہ یاد آیا کہ مجھے گھر پر کام ہے آج شام کو اس لیے آج تو نہیں آ سکتا

بشیر صاحب : تو ایسا کرو کہ اج تم اس سے موبائل پہ واٹس ایپ پہ بات کر لینا ہے میں اسے بھی موبائل دے دوں گا اور پھر دوبارہ کل تم مجھے موبائل واپس کر دینا

عامر : یہ ٹھیک رہے گا۔۔۔

اس کے بعد وہ اپنے گھر واپس آ جاتا ہے شام کو وہ بھی گھر واپس آ جاتی ہے اور عامر کا واٹس ایپ آن ہوتا ہے اور یہ مسلسل اس کے آن لائن ہونے کا انتظار کر رہا ہوتا ہے وہ تقریبا اٹھ بج کر 37 منٹ پر آن لائن ہوتی ہے تو یہ اس سے میسج کرتا ہے : کیا حال ہے ؟ کیا کر رہی ہو ؟

ثناء : میں ٹھیک ہوں اور کھانا بنا رہی ہوں

(ثناء میسج کا جواب بہت دیر بعد دے رہی ہوتی ہے)

عامر : کسی سہیلی سے بھی بات کر رہی ہو؟

ثناء : سہیلیوں کے میسج بھی آئے ہیں مگر میں صرف تمھیں جواب دے رہی ہوں

عامر : صحیح ، بہت دیر بعد جواب دے رہی ہو

ثناء : دراصل امی کو بار بار دیکھنا پڑتا ہے اور وہ کبھی بلا بھی لیتی ہیں اوپر سے مجھے کھانا بنانا نہیں اتا پھر جب گھر ائی ہوں تو سارے کمرے کی صفائی کرنے والی تھی پہلے صفائی کی پھر برتن دھوئے اور اب ادھر کھانا پکا رہی ہوں اور ادھر تمہیں جواب دے رہی ہوں

عامر (ہنستے ہوئے) کام کرنا تو اچھی بات ہے

ثناء : : اچھی بات تو ہے مگر جس نے پہلے کبھی کام نہ کیا ہو، اس کے لیے اچھی بات نہیں

عامر : ہاں اس کے لیے تھوڑا مشکل ہے پھر اس سے کہتا ہے کہ تم اپنی امی کی دیکھ بھال کرو اور ہم پھر کبھی بات کر لیں گے جب وہ تندرست ہو جائے گی

ثناء : یہی ٹھیک رہے گا، پھر اس کے بعد اللہ حافظ کہہ دیتی ہے

عامر : اللہ حافظ کہہ کر موبائل بند کر کے سوجاتا ہے (کیونکہ اگلے دن ریڈیو والے سے نو بجے ملنا ہوتا ہے پھر وہ اگلے دن اٹھتا ہے منہ دھوتا اور ناشتے کے لیے دستر خوان کے جیسے ہی قریب ہوتا تو اسی جگہ پہ نیچے بانٹیں کھیلنے والے کھڑے ہوتے ہیں اس کا پاؤں ان پر اتا ہے اور پیر سیدھا لسی کے جاگ سے جا کر ملتا ہے اور لسی مبارک چھوٹے بھائی کے کپڑوں پر سعودی عرب کا نقشہ بنا دیتی ہے ۔ ۔ چھوٹا بیچارہ چپ ہو جاتا ہے کیونکہ " غصہ بھی سیانا ہے بڑے کو دیکھ کر چڑھتا نہیں اور چھوٹے کو دیکھ کر اترتا نہیں "اس کے بعد وہ ناشتہ کرتا ہے اور جب ریڈیو والے کے پاس جانے کے لیے سکوٹر کو ٹھوکر مارتا ہے تو اس میں پٹرول نہیں ہوتا اب اس کو دھکیل کر پٹرول پمپ پر لے جانا پڑتا ہے جو کہ 20 ایکڑ کے فاصلے پر ہوتا ہے اس دوران اس کا کیا ہوا ناشتہ توانائی کی صورت میں یہیں پر صرف ہو جاتا ہے اس کے بعد پٹرول پمپ سے پٹرول ڈلواتا ہے اور ریڈیو والے کی طرف جا رہا ہوتا ہے جو کہ سٹیشن تقریبا پانچ کلومیٹر دور ہوتا ہے اور راستے میں ہی اس کا موٹر سائیکل ایک گولی چلنے کی آواز کے ساتھ یو ٹیوب میں ہوا بھری ہوتی ہے وہ ماحول میں لگے ہوئے درختوں کو بطور تحفہ دے دیتا ہے اور ٹیوب اور کر بھی کیا سکتی ہے !

آخر گرمی کا احساس بھی کو ہوتا ہے ہر کسی کو اپنی ہوا نکالنی پڑتی ہے ، وہ سکوٹر کو دھکیلتا ہوا موٹر سائیکل کی ورک شاپ پہ لے جاتا ہے وہ جب ٹائر کھولتا ہے تو دیکھتا ہے ٹیوب مبارک میں ایک لمبا راستہ بنا ہوتا ہے ہوا نکالنے والا پھر مکینک کہتا ہے کہ اپ کی ٹیوب وقت کے تند و تیز تھپیڑوں کو برداشت نہ کر سکی اور شہید ہو گئی

عامر : میری نہیں ، موٹر سائیکل کی

مکینک : وہی کہہ رہا ہوں ، اب نئی ٹیوب ڈلوا لیجیے

عامر : ظاہر ہے اب اور ہو بھی کیا سکتا ہے اس کے بعد میکینک ٹیوب بدل دیتا ہے اور اس کی اجرت عامر سے دے دیتا ہے اور وہاں سے روانہ ہو جاتا ہے ۔ ۔ گرمی کی وجہ سے اس کی حالت کافی خراب ہو جاتی ہے مگر یہ کہ عامر وقت پر پہنچ جاتا ہے اور سفیان سے ملتا ہے

عامر : السلام علیکم !
سفیان : و علیکم السلام !تم نے آج پروگرام کرنا ہے
عامر : کرنا ہے ، لیکن پہلے کبھی نہیں کیا
سفیان : اس میں کون سا مشکل کام ہے بس یہاں سے شروع کردو
"آج کا دن بہت اچھا ہے ، موسم بہت خوشگوار ہے ، سنائیں کیسے ہیں دوستو؟"
عامر : (اس کی ہمیں تو بالکل نہیں تھی دل میں سوچا ہے) یہ کسی اور فقرے سے شروع نہیں کرسکتے
سفیان : دراصل لوگوں کو متاثر کرنا پڑتا ہے اس لیے اسی فقرے سے شروع کرنا ہے اور تمہارا پروگرام ٹھیک ادھے گھنٹے بعد شروع ہوگا تب تک ریڈیو پر تلاوت ہوگی
عامر : بھلا یہ کیا بات ہوئی پہلے لوگوں کو تلاوت سناتے ہیں پھر گانے
سفیان : ہم کون سے گانے سناتے ہیں وہ تو ان کی اپنی پسند ہوتی ہے ہمیں اگر کہیں گناتے سنا تو ہم نعتیں سنانے لگ جائیں گے تمہیں میسج موصول ہوں گے وہ جو کہیں تم نے ویسا کرنا ہے ہاں جی ٹھیک ہوگیا۔ ۔ چلو ، اب ، زیادہ باتیں نہ کرو ، تمھارا پروگرام شروع ہونے والا ہے
عامر : السلام علیکم ، دوستو!کیسے ہو؟ میں ہوں آپ کا دوست ، آپ کا بھائی ، آر جے ، عامر ، امید ہے آپ لوگ مجھے نہیں پہچانتے ہوں گے ، تو دوستو ، آج کا دن بہت ہی اچھا ہے موسم بھی بہت خوشگوار ہے میں نے آج کے دن کے مزے لے رہا ہوں امید ہے آپ بھی میری طرح آج کے دن سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے ۔ ۔
دھیمی دھیمی سے بات چل رہی ہے جو کہ جسم کو تندرستی دے رہی ہے "تندرستی ہزار نعمت ہے" میں تو میں انتظار کر رہا ہوں کہ کون سا میرا دوست مجھے سن رہا ہے اور وہ مجھے میسج کر کے مجھے بتائے گا اتنے میں ایک میسج اتا ہے.جس پر لکھا ہوتا ہے
فضہ اکرم (ساہیوال سے) : آپ مجھے راہی کا گانا سنا دیں ۔ ۔ ۔ "دل وچ وسناں ایں سجناں وے"
عامر : (دل میں گالیاں دے رہا ہوتا ہے ایک تو یہ راہی اور دوسری وہ "لال" ان دونوں کو سننے سے بہتر ہے کہ آدمی اپنے محلے کے کسی بزرگ خاتون کو گالیاں دیتے ہوئے سن لے :) خیر ، فرمائش ہے جسے پورا کرنا ہے تاکہ سننے والے ناراض نہ ہوں
جی ضرور، فضہ جی ، آپ کا بہت شکریہ ، آپ نے گویا (سنگر) ہی نہیں بلکہ گانا بھی میری پسند کا کہا ہے میں اپ کی فرمائش کو ضرور پورا کروں گا اور اتنے میں دوسرا میسج اجاتا ہے.جس پہ لکھا ہوتا ہے لونے میٹھے والے کا گانا سنا دیجئے

اس طرح اس کا پروگرام ایک گھنٹے کا ہوتا ہے.جس میں اس کو اتنے جھوٹ بولنا پڑتے ہیں کہ اتنے پہلے کبھی نہیں بولے ہوں گے اور وہ جیسے ہی پروگرام سے فارغ ہوتا ہے تو بشیر صاحب سے مل کر کہتے تھے اور ان سے کہتا ہے کہ آپ میری اس سے جان چھڑائیں

بشیر صاحب (ہنستے ہوئے) کیا ہوا؟

عامر : اتنے جھوٹ بولنا پڑتے ہیں ۔ ۔ ۔ اوپر سے لوگوں کی پسند ہے ۔ ۔ ۔

میں تو ایک گھنٹے میں ہی تنگ آگیا ہوں کوئی دکھی دل والا تو کوئی اپنی شاعری سنا رہا ہے بھلا ریڈیو پر گانوں کی فرمائش کا کیا مطلب بنتا ہے !اور اوپر سے مشہوریوں (اے ڈ) کا آنا ریڈیو تو خبر نشر کرنے کے لیے بنایا گیا تھا

بشیر صاحب : ہاں صحیح کہہ رہے ہو چلو تمہاری اس سے جان چھڑوا دیتا ہوں تمہیں لوگوں کی بھلائی کی بہت فکر ہے اور تم یہ چاہتے ہو کہ ان تک اچھی یا بری خبریں پہنچائی جائیں بجائے گانے باجوں کے

عامر : جی ، بالکل

بشیر صاحب : صحیح ہو گیا اس لیے کل سے تم ایک نیوز کاسٹر بنو گے میں نے اپنے ایک دوست سے اج ملاقات کرنی ہے شام کو اس کا اپنا ٹی وی چینل ہے.جس کا نام ہے "کڑک" ٹیلی ویژن اور تم نے کل 12 بجے ان سے ملنا ہے

عامر : مگر ابھی تک تو آپ نے بھی اس بات نہیں کی

بشیر صاحب (ہنستے ہوئے) میری طرف سے تو بات پکی سمجھو ۔ ۔

(اس کے بعد عامر اپنا موبائل نکال کر اسے دینے لگتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اپنے پاس ہی رکھو کیونکہ سنا کا موبائل ابھی آن نہیں ہو رہا)

عامر : جی ، اس کے بعد وہ واپس آ رہا ہوتا ہے کہ اگے سے راستے میں بھینسیں آجاتی ہیں ادھر سے ایک بزرگ سائیکل پر شاید گندم لے کر آ رہا ہوتا ہے سڑک کے دونوں جانب کیکر کے کانٹے رکھے ہوتے ہیں تاکہ جانور کھیتوں میں داخل نہ ہو سائیکل والا بزرگ شاید جانوروں کو پار کر لیتا ہے مگر ادھر سے ایک موٹر سائیکل والا اس کے پاس سے تیزی سے گزرا اس نے موٹر سائیکل روک لی تاکہ بھینسیں گزر جائیں پھر آگے بڑھوں وہ موٹر سائیکل والا بزرگ کے سامنے اگیا اور بزرگ سے سائیکل کی بریک بھی نہ لگی بزرگ نے یہ دیکھ کر کانٹوں میں چھلانگ لگا دی اور موٹر سائیکل والے نے جب تک بریک لگائی تب تک سائیکل کا نقشہ سرکس والا بن گیا اور جیسے ہی بھینسیں گزر گئی تو فوراً سے پہلے وہاں پر میڈیا آ گیا ۔ ۔

میڈیا ایسے سامنے آیا جیسے کہ سکوٹر والے کو خود ہی بھیجا ہو اور بیچارے بزرگ کو تو کسی نے نہیں اٹھایا بلکہ میڈیا والے وہاں پر کھڑے ہو کر یہ خبریں دینے لگے

"یہ دیکھیے ہمارے ملک کی ٹریفک کا حال"

کہاں ہیں ووٹ لینے والے ؟

کہاں ہے ملک کا انصاف ؟

یہاں پر امیر غریبوں پر ظلم کر رہے ہوتے۔۔

بھائی یہ سارا تماشہ دیکھ کر سوچتا ہے کہ دو منٹ فیس بک چلا لیں تاکہ جیسے ہی راستہ خالی ہوا گے گزر سکے اور وہ جیسے ہی فیس بک کھولتا تو کسی نے اسی سائیکل کی پوسٹ کو اپلوڈ کیا ہوتا ہے اور اس کے پانچ ہزار لائک کر ہوئے ہوتے ہیں تو یہ دل میں سوچتا ہے کہ اور کچھ ہو نہ ہو سائیکل اچھی خاصی مشہور ہو گئی ہے اور پھر کمنٹس دیکھتا ہے تو اس میں لکھا ہوتا ہے "یہ سائیکل بابا قائداعظم اپنے دور میں چلایا"

"اس سائیکل پر گاندھی نے ڈرائیونگ سیکھی"

یہی وہ سائیکل ہے. جس پر گاندھی نے سوار ہو کر پورے ہندوستان کا دورہ کیا"

"یہی سائیکل ہے. جس پر محمد علی جناح کالج جایا کرتے تھے"

بہت سارے مزاحیہ کمنٹس اور بھی ہوتے ہیں خیر ایک گھنٹے تک میڈیا شور مچاتا رہتا ہے اور اس کے بعد وہ وہاں سے چلے جاتے ہیں مگر بزرگ کی کوئی مدد نہیں کرتا اس کی وہ گندم ہی اٹھا کر چک شفیع تک پہنچا دیں پھر عامر موٹر سائیکل سے اترتا ہے اور بزرگ کی مدد کرتا ہے اس کے بعد وہ جب گھر واپس آکر ٹی وی ان کرتا ہے خبریں سننے کے لیے تو ہر ٹی وی چینل پر یہی خبر آرہی ہوتی ہے

"کمیر روڈ پر اک سائیکل سوار کی سکوٹر سے ٹکر"

کیا یہ سکوٹر والا بھارت کا ایجنٹ تھا؟

ہمارا وزیراعظم کیا کر رہا ہے؟. اور سب ٹی وی چینل والے یہی کہہ رہے ہوتے ہیں کہ یہ خبر ہم آپ تک سب سے پہلے پہنچا رہے ہیں میں یہ سب کچھ دیکھ کر سمجھ جاتا ہے کہ ٹی وی چینل والے. بس اپنی فکر کرتے ہیں ان کو لوگوں کی کوئی فکر نہیں ہوتی نہ ہی انہیں ان سے کوئی ہمدردی ہوتی ہے

مگراس کو بھی کل نیوز کا سٹر بننا تھا اور یہ بہت پریشان تھا پھر اپنا واٹس ایپ کھول کر بیٹھا تاکہ کاش ثنا کا ایس ایم ایس آ جائے (کیونکہ بشیر صاحب نے بتایا تھا کہ اس کا موبائل نہیں ہورہا) اس لیے عامر یہی سوچ رہا ہے تاکہ بہت مشکل ہے مگر تقریبا رات کے اٹھ بج کر 17 منٹ پر اس کا ایک میسج آتا ہے

ثناء : کیا کرر ہے ہو؟

عامر : کچھ نہیں تمہارے میسج کا انتظار کر رہا تھا

ثناء : میرا موبائل آن نہیں ہورہا

عامر : توکس کے موبائل سے میسج کر رہی ہو؟

ثناء : بھائی کا موبائل ہے اس پر ڈائل ایپ ڈاوَن لوڈ کی ہے

عامر : صحیح؛ بھائی کب آیا؟

ثناء : ابھی آیا ہے، اور کل اس نے لاہور جانا ہے

عامر : صحیح، تمھاری امی کی طبیعت کیسی ہے ؟

ثناء : اب وہ ٹھیک ہو گئی ہے

عامر : تواب ہم بات کر سکتے ہیں ؟

ثناء : نہیں، موبائل بھائی نے لے لینا ہے

عامر : تمھارے موبائل کو کیا ہوا؟

ثناء : پتہ نہیں

عامر : موبائل کو چارج کر کے آن کرنے کی کوشش کرو

ثناء : موبائل چارج ہے مگر پھر بھی آن نہیں ہورہا

عامر : موبائل "سیل (بند)" ہے یا بیٹری نکل سکتی ہے ؟

ثناء : بند ہے

عامر : پھر توکوئی حل نہیں ہے اسے ٹھیک کروانا پڑے گا یا پھر موبائل تبدیل کرنا پڑے گا

ثناء : ہاں، اچھا، اللہ حافظ، بھائی موبائل مانگ رہا ہے

عامر : اللہ حافظ (اس نے جو بات کرنی تھی وہ یہ تھی کہ وہ اس سے کہے کہ وہ اپنے ابو سے کہے کہ مجھے نیوز کاسٹر نہیں بننا مگر یہ بات ابھی کی بھی نہیں تھی کہ اس کو واٹس ایپ اف لائن ہو گیا کیا اس نے میں نے سوچا کہ کل خود ہی مل کر اس سے کہہ دے گا پھر اگلے دن وہ وہاں پر جاتا ہے اور درخواست کرتا ہے کہ مجھے نیوز کاسٹر نہیں بننا آپ کوئی اور کام کہہ دیجیے میں وہ کر دوں گا)

بشیر صاحب (ہنستے ہوئے) کوئی بات نہیں ، میں بھی یہی سوچ رہا تھا ، مگر تمھیں نیوز کاسٹر کیوں نہیں بننا ؟

عامر : نیوز کاسٹر بننے کا کیا فائدہ سارے ٹی وی چینل والے ایک ہی خبر دے رہے ہوتے ہیں اس سے بہتر ہے کہ ایک ہی خبر والا چینل ہو جس پر ساری قبریں دے دیں اوپر سے یہ لوگ اپنا وقت اور روپیہ دونوں برباد کر رہے ہوتے ہیں اگر ایک نیوز چینل دوسرے سے صرف 30 سیکنڈ اپنی نشریات پیچھے رکھے تو وہی خبر اپنے دفتر میں بیٹھ کر اسانی سے دے سکتا ہے کیونکہ سب نے ایک ہی خبر دینا ہوتی ہے

بشیر صاحب (ہنستے ہوئے) صحیح کہا تم نے یہ ایک طرح کا بزنس کر رہے ہوتے ہیں آج تم ہمارے ملازم (رمضان) کے ساتھ جاؤ اور ہمارے کھیت میں کچھ کیکر کھڑے ہیں ان سے لکڑیاں کاٹنی ہیں

عامر : خیریت ہے ، اپ تو گیئے سے استعمال کرتے ہیں۔ ۔ پھر لکڑیاں کس لیے ؟

بشیر صاحب : دراصل رمضان بھائی کی بیٹی کی اک ماہ بعد شادی ہے اب لکڑیاں کاٹ لیں گے تو ایک ماہ تک جلانے کے قابل ہو جائیں گی

عامر : بہت دور اندیش ہیں ، آپ لکڑیاں خرید کر بھی تو اسے دے سکتے ہیں

بشیر صاحب : جب اپنی لکڑیاں ہیں تو پھر خریدنے کی کیا ضرورت ہے ؟ تم اس کے ساتھ جاؤ وہاں جو کھیت نہر کے پاس ہیں ان میں کچھ کیکر ہیں وہاں سے لکڑیاں کاٹ دو

عامر : جی ، اب اور تو کچھ نہیں ؟

بشیر صاحب : نہیں ، بس آج کے لیے اتنا ہی

اس کے بعد رمضان اور عامر لکڑیاں کاٹنے کے لیے جاتے ہیں رمضان کے پاس ایک بڑا کلہاڑا ہوتا ہے اس کلہاڑے نے کئی درختوں کے دل چیرے ہوتے ہیں کئی نیم کو بیوہ کیا ہوا ہوتا ہے پر اس کلہاڑے کو دیکھ کر عامر گھبرا جاتا ہے کیونکہ کلہاڑا بہت بھاری ہوتا ہے اور یہ بے چارہ دبلا پتلا خیر دل میں یہ سوچتا ہے کہ رمضان لکڑیاں کاٹے گا اور میں اکٹھی کرلوں گا مگر جب رمضان کی طرف دیکھتا ہے تو وہ ایک زیادہ عمر کا شخص ہوتا ہے پھر خیال کرتا ہے کہ مجھے شرم انی چاہیے کہ اتنے بڑے انسان سے لکڑیاں کٹواتے لوگ کیا کہیں گے یہ ضمیر کیا کرے کہے گا اس طرح کے کچھ جذباتی فکر ذہن میں اتے ہیں اور وہ دل میں فیصلہ کرلیتا ہے کہ جو بھی ہو لکڑیاں تو میں ہی کاٹوں گا پھر وہ کہتا ہوں میں پہنچ جاتے ہیں شاخیں کافی اونچی ہوتی ہیں اور کیکر کے درخت جن پر نہایت خوبصورت کانٹے لگے ہوتے ہیں وہ جیسے کیکر پر چڑھتا ہے تو ایک کانٹا کان میں سے گزر جاتا ہے تاکہ اگر لکڑیوں لڑکیوں کی طرح فیشن کرنا ہو تو جھمکا ڈالنے میں اسانی رہے ایک کانٹا بازو پر لگتا ہے دل میں خیال کرتا ہے کہ اگر اج میرے پاس ایک کاغذ ہوتا تو میں اپنے خون سے ثنا کو خط لکھتا اتنے میں ہی ایک اور کانٹا اس جگہ پر لگتا ہے جس کا ذکر یہاں کرنا مناسب نہیں اگر دل کے درد سے زیادہ درد ہوتا ہے خیر وہ درخت پر چڑھ جاتا ہے اور کلہاڑے سے شاخیں کاٹنا شروع کر دیتا ہے کلہاڑا بہت وزنی ہوتا ہے اور اگے سے شاک بھی موٹی ا جاتی ہے کلہاڑا اٹک جاتا ہے اور عامر اس جگہ کا بھی زور لگا دیتا ہے جس کا زور نہیں لگانا چاہیے بہرحال کلہاڑا نکال لیتا ہے اور بہت ساری شاخیں کاٹ لی جاتی ہیں صرف ایک ایک کر رہ جاتا ہے اب وہ اس پر چڑھتا ہے جیسے ہی کلہاڑا مارتا ہے بھوم بھونک کی اواز سنائی دیتی ہے جو کہ نشانی ہوتی ہے کہ یہاں پر میٹھی میٹھی مکھیوں کا چھتا ہے اور وہ یہ گوارا نہیں کرتی کہ ان کو بے پردہ کیا جائے اور اپنے گھر میں تو وہ شیر ہیں اس کے بعد ان میں اور عامر میں جنگ عظیم سوم شروع ہوتی ہے اس کے پاس یہ تیار تو ہے مگر اتفاق میں برکت ہے کہ مصداق میں عامر کو ہار مارنا پڑتی ہے اور وہ کلہاڑا نیچے پھینکتے ہوئے جلدی سے نیچے اترتا ہے جس دوران کانٹوں سے قمیض اور شلوار کے کئی روپ بن جاتے ہیں اور رفو گھر بھی اسے رفع نہیں کرسکتے جو زخم ان سے ملے ہیں خیر عامر کی اس ارمی کے سامنے دوڑ شروع ہو گئی اور بھاگتے بھاگتے نہر تک پہنچ جاتا ہے وہاں پر نہر میں وہاں پر نہر میں تیرتی ہوئی گھرے سے بھرپور بوٹی ماشادی کا سامان جارہی ہوتی ہے جس میں شریک ہو جاتا ہے

اور کبھی نیچے کبھی اوپر نیچے پانی جس میں سانس لینی ہے اوپر مکھیاں جو کہ بدلے کی اگ میں جل رہی ہوتی ہیں خیر تقریبا ایک کلومیٹر تک وہ پانی کے ساتھ ساتھ ہی سفر کرتا چلا جاتا ہے اتنے میں رمضان اگ لگی ایک لکڑی کو لے کر اس کے پیچھے اجاتا ہے اور نہر میں چھلانگ لگا دیتا ہے اور مکھیوں کو جب دھواں محسوس ہوتا ہے تو وہاں سے دور ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور اس طرح وہ مکھیوں کے حملے سے بچ جاتا ہے ہم اگر کچھ میٹھی میٹھی نشانیاں اس کے منہ اور جسم کے کچھ حصوں پر چھوڑ جاتی ہیں تا کہ دوبارہ یہاں نہ ائے اور پھر وہ اسی حالت میں ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے اور ڈاکٹر اسے کچھ دوائیاں دیتے ہیں اور مرہم پٹی کرتے ہیں زخم تو دو سے چار دن میں بھر جاتے ہیں مگر اس واقعے سے یہ سبق ضرور سیکھ لیتا ہے کہ دوبارہ شاید کی مکھیوں کے چھتے کے قریب کبھی نہیں جانا

جب وہ صحیح ہو جاتا ہے تو پھر بشیر صاحب سے فون پر پوچھتا ہے کہ وہ کہاں ہیں ؟

وہ بتاتے ہیں کہ وہ نادرا دفتر ہیں

عامر : جی اچھا

بشیر صاحب : اچھا تمہارا شناختی کارڈ بنا ہوا ہے ؟

عامر : ابھی تک تو نہیں

بشیر صاحب : پھر تم ایسا کرو کہ کل سے اپنے شناختی کارڈ کے لیے نادرہ میں فارم جمع کراوَ

عامر : جی ضرور

بشیر صاحب : تصویر تم نے ماسک کے ساتھ لگوانی ہے

عامر : مگر میں تو ماسک پہنتا ہی نہیں

بشیر صاحب : تم جانتے ہو آج کل "کورونا" کارونا ہر طرف چل رہا ہے اور حکومت بھی اسی کام میں مشغول ہے جس کے ساتھ دشمنی نکالنی ہو بس گورنمنٹ کو اطلاع کر دو کہ اسے کرونا ہے اگر اسے ہلکا سا بخار بھی ہوا تب بھی ہسپتال والے لے جائیں گے یا کوئی بزنس مین دیکھو تو نیب کو جا کر اطلاع کر دو کہ اس کے پاس اج سے پہلے تو اتنی پراپرٹی نہیں تھی اب کہاں سے بن گئی پھر نیۓ والے اس کے پیچھے لگ جائیں گے اور اس کو کنگال کر کے چھوڑیں گے

خیر تم اپنا شناختی کارڈ بنواوَ

عامر : جی ضرور، دوسرے نوجوانوں کی طرح اس کو بھی سیر خیزی کی عادت نہیں تھی وہی شہریوں کی طرح صبح 10 بجے اٹھنا جب تک سورج بیچارہ اٹھا اٹھا کر تھک نہ جائے اور والدین گھر کے سارے کام کرنے کے بعد باہر کے کام کے لیے چلے جائیں لیکن وہ تقریبا اٹھ بجے اٹھ جاتا ہے کیونکہ اس وقت ناشتہ ہوتا ہے تو اسے تھوڑا شہریوں سے دور رکھیے ہاں مگر گاؤں میں اٹھ بجے اٹھنا شہر کی نسبت 12 بجے اٹھنے کے برابر ہے ناشتہ وغیرہ کرنے کے بعد جب وہ ماسک پہن کر دفتر پہنچا تو تقریبا 10 بجے کا وقت ہو گیا تھا اور دفتر کے بعد ایک لمبی لائن لگی ہوتی ہے آپ کی اسانی کے لیے لمبی لائن کی وضاحت کرتا چلوں "لائن اتنی لمبی ہوتی ہے جیسے کہ بھارت اور پاکستان کا بارڈر ہو عامر ادھر پاکستان میں ہے تو نادرہ ادھر بھارت میں "خیر شناختی کارڈ تو بنوانا لازم ہے

اس کے بغیر تو اگر عامر کا ابا بھی آ کر کہے یہ میرا بیٹا تو کوئی نہیں مانے گا
اگر ایک پولیس اسٹیشن میں انسپیکٹر کی بیوی اپنا پرچہ کروانے بھی آ جائے تو انسپیکٹر اس سے پوچھتا ہے
نام؟ باپ کا نام؟ شوہر کا نام؟ خیر وہاں پر تو بیوی بتا دیتی ہے مگر گھر جا کر جتنے نام اس انسپیکٹر کو یاد کرنا پڑتے ہیں وہ بعد کی بات ہے۔۔
اس لائن میں انتظار کرنا لازم ہے یہی نظم و ضبط ہے مگر وہاں کے لوگ جو فقرے بول رہے ہوتے ہیں اس سے ہمارے پنجابی بھائیوں کی اچھی ترجمانی ہو سکتی ہے ایسے ایسے الفاظ کہ جن کا ترجمہ کسی اور زبان میں نہیں ہو سکتا وہ ہماری پنجابی زبان میں موجود ہیں اس لیے پنجابی زبان میں مزاسب سے زیادہ موجود ہے باقی تمام زبانوں کی نسبت،۔ باہر انتظار کرتے کرتے دن کے دو بج گئے ابھی بھی 10 لوگ اس کے اگے تھے مگر بھلا ہو اس آئس کریم والے کا جو قطار کے ساتھ ساتھ چل کر اپنی آئس کریم فروخت کر رہا تھا تا کہ کسی کو قطار سے نکلنے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے ساتھ میں ایک جوس والا بھی تھا اور اس کی دکانداری بھی اچھی خاصی چل رہی تھی بڑا گلاس 20 روپے کا اور چھوٹا گلاس 10 روپے کا خود بھی پیو اور بچوں کو بھی دو۔۔
خیر اس کے بچے تو تھے نہیں اس لیے آپ بھی پیو میں سے "بھی" نکال کر، خود ہی پینا پڑا، اور گرمی کے موسم میں خود کو مسرور رکھا
اور 10 لوگوں کے بعد عامر کو بھی نادرہ سے ملنے کا موقع مل گیا پاکستان کے سب سے زیادہ لوگ جسے ملتے ہیں اور جس کو روپیہ دے کر اپنے کام کرواتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کام ختم ہونے پر اور رنجزہ ہوتے ہیں جو پہلی دفعہ جاتے ہیں وہ نادرہ ہی سے ملتے ہیں
عامر کو ایک ٹوکن ملا اور پھر اس کا نمبر اگیا نادرا والے آفیسر سے اس نے کہا کہ میرے پاس یہ تصویر ہے ماسک کے ساتھ ابھی باہر سے بنوائی ہے آپ اسے میرے شناختی کارڈ پر لگا دینا مگر فوٹو لینے والا آفیسر نے کہا نہیں، ہم آپ کی الگ تصویر لیں گے اور وہ بھی ماسک کے بغیر تا کہ آپ کا چہرہ پہچانا جا سکے

عامر؛جناب اگر شناختی کارڈ پر ماسک نہ لگا ہوا اور میں باہر ماسک کے ساتھ گھوم پھر رہا ہو گا تو پھر بھی میری پہچان کیسے ہو گی؟

آفیسر اس وقت ماسک اتار دینا

عامر : پھر گورنمنٹ کی ایس او پیز پر عمل نہیں ہو گا کیونکہ گورنمنٹ نے کہا کہ سب لوگ ماسک لگا کر رکھیں کوئی کچھ نہیں کہے گا نہ ہی تمہیں ماسک لگانے کی بھی ضرورت ہے

عامر اگر مجھے کرونا ہو گئی تو؟

آفیسر : یار نہیں ہو گی کرونا مجھے دیکھو میں نے کونسا ماسک لگا رکھا ہے ؟ اور جو میڈیا والے کرونا کرونا کی خبر دے رہے ہوتے ہیں وہ خود کونسا ماسک لگاتے ہیں ؟ البتہ تصویر ماسک کے بغیر ہی ہم نے لینی ہے

عامر : چلو ٹھیک ہے پھر وہ اس کی تصویر کھینچتے اور پوچھتا ہے کہ شناختی کارڈ ارجنٹ چاہیے یا ایک ماہ بعد؟

عامر : جی ارجنٹ۔

آفیسر :اس کے لیے آپ ایک ہزار روپے جمع کروا دیجیے اور ایک ہفتے بعد آپ کو شناختی کارڈ مل جائے گا

اس کے بعد وہ پیسے جمع کروا دیتے ہے

اور ایک ہفتے بعد جا کے شناختی کا وصول کرتا ہے ۔ ۔ مگر جب اپنی شناختی کارپر تصویر دیکھتا تو حیران رہ جاتا ہے بالکل صحیح داڑھی دار مزدور لگ رہا ہوتا ہے کیونکہ یہ بال گھر پر سنوار کے آیا ہوتا ہے وہ گرمی اور پسینے سے خراب ہو جاتے ہیں اور چہرے پر بھی تیل آیا ہوتا ہے تصویر کو دیکھ کر اس کا دل ہی ٹوٹ جاتا ہے مگر اب نادرہ کو کیا کہہ سکتے ہیں

اور اس کے بعد بشیر صاحب کو کال کر کے بتاتا ہے کہ جی اس نے اپنا شناختی کارڈ بنوالیا۔

بشیر صاحب : اچھی بات اور میری بات سنو

عامر : جی بشیر صاحب یار یہ زونگ والوں نے میرے بہت سارے پیسے ایزی لوڈ کے چکر میں کاٹ لیے ہیں

عامر : آپ پیکج لگاتے نہیں ہیں اور ویسے ہی کال کرتے ہیں تو روپیہ تو زیادہ ہی صرف ہوں گے

بشیر صاحب : آج تم نے مجھے زونگ کے تمام پیکج بتانے ہیں وہ بھی نمائندے سے بات کر کے اور پنجابی میں تم نے بات کرنی ہے تھوڑا شغل بھی ہو جائے گا اور پھر یہ بات تم نے کی ہے اسے ریکارڈ بھی کرنا ہے ساتھ ساتھ تاکہ میں بھی سنوں

عامر؛کون سے پیکج ؟ کال ؟انٹرنیٹ ؟

بشیر صاحب؛دونوں ہی کال پیکج میں دس منٹ والا20 والا گھنٹے والا دو گھنٹوں والا تفصیل سے پوچھنا ہے

عامر : جی جناب

پھر وہ 310 پر کال کرتا ہے اور کچھ دیر بعد نمائندے سے رابطہ شروع ہو جاتا ہے

عامر : کون بلینڈا پیَا ایں ؟

نمائندہ : جی میں اسلم بات کر رہا ہوں فرمایا یہ اپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں

عامر : خدمت تو کی کرنی اے ، بس مینوں اینا دس چا کہ اے دس منٹ آلا پیکج کیویں لگدا اے ؟

نمائندہ : جی ایسا کوئی پیکج نہیں ہے

عامر : چل فیر ویاں منٹاں آلا دس سے ؟

نمائندہ؛ جی یہ بھی پیکج نہیں ہے

ہمارے پیکج ایک گھنٹے کے بعد شروع ہوتے ہیں کم از کم جو پیکج لگتا ہے وہ ایک گھنٹے کا ہی ہوتا ہے

عامر : لے اے کی گل ہوئی جے کسے نے دس منٹ گل کرنی ہووے تے او کی کرے

نمائندہ (پنجابی میں) او فیر نہ کرے

عامر : چل تو فیر گھنٹے آلا پیکج دس دے

نمائندہ : یہ میں نے اپ کے موبائل پر کوڈ بھیج دیا ہے اپ اسے ملا لیجئے گا اپ کا ایک گھنٹے والا پیکج لگ جائے گا

عامر : اے کوڈ کی ہندا اے ؟

نمائندہ : کوڈ بھی نمبر ہی ہوتے ہیں ان کے شروع میں سٹار اور آخر پر ہیش لگانا ہے

عامر : ہن اے سٹار تے ہیش کی اے ؟

میں پنجابی بنداواں تے تساں انگریزی بلیندے او ، مینوں سمجھ نئیں آوندی پئی

نمائندہ (پنجابی میں) آودے موبائل نوں ویکھ ایندے وچ کال ملاون والے نمبر کڈھ پھر سجی سیڈتے ویکھ تینوں اک مکھی رنگی شکل نظر آسی او ہندا اے سٹار پھر کھبی سیڈتے ویکھ او تھے اک پوڑی رنگی شکل نظر آسی او ہندا اے ہیش ، جے فیر وی سمجھ نہ آوے تے جیڑھا میسج کیتا اے او نوں ویکھ ویکھ کے لکھ لویں

عامر : اے تاں ٹھیک ہوگیا ، تے دن آلا پیکج تے ہفتے آلا

نمائندہ : او نداوی کوڈ تینوں بھیج دتا اے ، جیڑھا میسج پہلے بھیجیا آ او گھنٹے آلا پھر دوسرا میسج دن آلا پھر تیسرا میسج ہفتے والا

عامر : یار توں انٹرنیٹ دے پیکج وی دس دے میں او وی چلانی اے

نمائندہ : آوندے وی کوڈ تینوں بھیج دتے نے فیر وی سمجھ نہ آوے تے فیر کال کر لئیں

عامر : جی چنگا

نمائندہ : اگر تینوں میرے نال گل کر کے چنگا لگا اے تے جیڑھے میسج میں ہن بھیجو آں ایندے تے 1، 1 لکھ کے بھیج دیویں
مہربانی ہووے گی

عامر : جی چنگا

جب وہ کال آف کر کے دیکھتا تو ایک گھنٹے سے زیادہ نمائندے سے بات ہو چکی ہے. جس سے وہ بشیر صاحب کو بھیجا اور وہ ساری باتیں سن سن کر بہت ہنستا ہے

بشیر صاحب : بہت خوب اب تو میں اس سے تھوڑا مشکل کام دیتا ہوں تم نے ہمارے گاؤں کا نمبردار کا حقہ چوری کرنا ہے

عامر : حقہ کیوں ؟ بھلا حقے کی بھی کوئی چوری کرتا ہے ؟

بشیر صاحب : یار وہ سارا دن حقہ لے کر اپنے ڈیرے میں بیٹھا رہتا ہے اور اس کا حقہ بھی کوئی عام حقہ نہیں ہے بلکہ کافی سجا ہوا ہے ۔ ۔

ارے یار بشیر صاحب کوئی اور کام دے دیں

بشیر صاحب : میں حقہ اسے واپس کر دوں گا یہ صرف اس کے ساتھ ایک مذاق کرنا ہے اس لیے تمہیں حقہ ہی چرانا ہے اور اب کوئی اور بحث نہیں

عامر : جی حضور

اس کے بعد وہ منصوبہ بناتا ہے کہ کس طرح رات کو نمبردار کے ڈیرے سے چوری کرنی ہے پہلے ایک دن ڈیرے میں جا کر یہ خبر لیتا ہے کہ نمبردار حقہ کب تک پیتا/حقہ نوشی کرتا ہے. جس سے پتہ چلتا ہے کہ نمبردار رات کے 11 بجے تک حقہ نوشی کرتا ہے

تو چلو اس نے منصوبہ بنا لیا کہ رات کے ایک بجے نمبر کا حقہ چوری کیا جائے ۔ ۔

اور اگلی رات سب لوگ ڈیرے سے چلے جاتے ہیں اور نمبردار چارپائی پر لیٹ جاتا ہے ۔ ۔

اس کے بعد وہ دو گھنٹے تک انتظار کرتا ہے ۔ ۔ نمبردار کے ڈیرے کے ساتھ ایک شیشم کا درخت ہوتا ہے دروازہ ڈیرے کا بند ہو جاتا ہے تو وہ سوچتا کہ رسی سے پہلے کسی طرح شیشم کی کسی شاخ پر چڑھا جائے کیونکہ شیشم کا درخت بھی ڈیرے کے اندر ہوتا ہے اس لیے باہر سے تو چڑھا نہیں جا سکتا ۔ ۔

پھر وہ ایک رسی اور اس رسی کے ساتھ ایک ہل باندھ کر شیشم کی طرف پھینکتا ہے ہل شیشم کی شاخ سے رسی کو لپیٹ دیتا ہے اور اس طرح اس پر چڑھنا آسان ہو جاتا ہے وہ شیشم کے درخت پر چڑھ کر دیکھتا ہے کہ دروازہ اندر سے ویسا ہی لگایا ہوا ہے تالے کے بغیر اسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوتا ہے کہ بھاگنے میں آسانی رہے گی مگر جب دوسری طرف نمبردار کو دیکھتا حیران رہ جاتا ہے کیوں کہ نمبردار نے حقہ کی نڑی کو پکڑ کر سویا ہوتا ہے ۔ ۔

یہ انتظار میں ہوتا ہے کہ وہ کروٹ بدلے تب نڑی کو چھوڑ دے گا مگر نمبردار صاحب آدھے گھنٹہ گزر جانے کے بعد بھی کروٹ نہیں بدلتے اور آسمان کی طرف منہ کر کے پڑے ہوتے ہیں پھر اچانک سے کچھ مچھر نمبردار کے کان میں اپنا مشاعرہ شروع کر دیتے ہیں تو وہ ان کو بھگانے کے لیے نڑی کو چھوڑ دیتا ہے ۔ ۔ اسے دیکھ کر وہ خوش ہوتا ہے مگر وہ پھر نڑی کو پکڑ لیتے ہیں ۔ ۔ اب سوچتا ہے کہ کوئی اور ترکیب بنانی ہوگی ۔ ۔

نمبر دار کی کوئی دھوتی کھول کے لے جائے تو شاید ان کو پتہ نہ چلے مگر حقہ۔۔۔چرانا!!
یہ تو بے حد مشکل کام ہے اتنا تو رانجھا اپنی ہیر کا خیال نہیں رکھتا ہوگا جتنا یہ نمبر دار اپنے پیر کا خیال رکھ رہا ہے۔۔

نمبر داروں کا ایک ہی ویر ہوتا ہے اور وہ ہے حقہ اگر حقہ نہ رکھا ہو تو ڈیرے پر کون آ کے بیٹھے گا؟ اس لیے اس کی حفاظت وہ اپنے فرض عین سمجھ کر کرتے ہیں۔۔

پھر وہ ابھی منصوبہ بنا ہی رہا ہوتا ہے کہ نیچے سے کتوں کے بھونکنے کے آواز سنائی دیتی ہے تب جا کر اس کو پتہ چلتا کہ اس ڈیرے میں رات کو کتے بھی ہوتے ہیں نمبر دار کے ساتھ حقہ چرانا بھول جاتا ہے۔

اور یہ سوچتا ہے کہ اب یہاں سے باہر کیسے جائے؟ پھر اچانک کے ذہن میں خیال آتا ہے کہ اس کے پاس موبائل بھی ہے اور وہ بھی کوروالا جس کی سکرین بھی نہیں ٹوٹتی اس میں وہ بلی کی اواز کو ڈاؤن لوڈ کر کے والیوم کو فل کر کے دروازے کے مخالف سمت میں ڈیرے سے باہر پھینکتا ہے۔۔ جیسے ہی بلی کے آواز سنتے ہیں ادھر جا کر بھونکنا شروع کر دیتے ہیں پھر وہ اپنا مل کھولتا چپکے سے نیچے اترتا ہے اور نرمی سے دروازہ کھولتا دروازے سے فرار ہو جاتا ہے۔۔

اپنا موبائل دوسری طرف سے اٹھاتے اور بلی کی آواز کو بند کرتے ہوئے۔۔

پھر وہ سوچتا ہے حقہ آج رات ہی چرانا پڑے گا کیونکہ جس طرح وہ دروازہ کھول کر باہر آیا ہے نمبر دار کو شک ہو جائے گا کہ ڈیرے میں چور آئے تھے اور کل کو کا چرانا ناممکن ہو جائے گا پھر ذہن میں یہ سوچا کہ دو مسئلے ہیں ایک نڑی کا اور دوسرا کتوں کا۔۔

کتوں کا مسئلہ یا تو بلی کے ذریعے سے حل ہو سکتا ہے یا پھر ان کو روٹی کھلا کر اور حقے کو نڑی کے ساتھ چرایا نہیں جا سکتا۔۔ اس لیے حقہ سے نڑی کو جدا کرنا پڑے گا جس کا بہترین حال یہ ہے کہ نڑی والے کسی حصے کو کھول دیا جائے اور باقی حقے کو چرالیا جائے یہی بہترین ہوگا کتوں کو تو بلی کا ذریعے سے ہی قابو کیا جائے گا کیونکہ اگر ان کو روٹی ڈالی تو وہ میرے جسم کی بو سونگ لیں گے اور اگلے دن آسانی سے مجھے پکڑلیں گے اس لیے پہلے تو بلی کا انتظام کرنا پڑے گا اور نڑی کھولنے کے لیے تو پلاس گھر میں ہی ہے اور گھر صرف ایک کلومیٹر دور ہے

اس لیے پلاس والا کام آسانی سے ہوجائے گا مگر بلی ، بلی بھی شاید گھر میں سے مل جائے مگر اسے پکڑنا کیسے ہے ؟ پھر بلی کو پکڑنے کی دو ترکیب ہیں ۔ ۔ ایک ہے چوہا؛ جو کس وقت نظر آئے اور بلی اس پہ جھپٹے اور دوسری ترکیب ہے دودھ ہے جو کہ گھر میں آسانی سے مل جائے گا پھر وہ چپکے سے اپنے گھر میں آتا ہے اور جیسے ہی فرج میں سے دودھ نکالنے والا ہوتا ہے

اس کی امی جاگ جاتی ہے

اور پوچھتی ہے کون ؟

عامر : میں ۔ ۔

امی : اچھا؛ تو فرج کے پاس کیا کر رہا ہے ؟

عامر : کچھ نہیں ، کھانے کے لیے کچھ تلاش کر رہا ہوں

امی : یہاں سیب پڑے ہیں وہ کھالو اور سو جاؤ

عامر : جی امی (پھر وہ سو جاتی ہیں)

پھر وہ جلدی سے دودھ نکالتا ہے اور پھر گھر میں بلی کی تلاش شروع کر دیتا بلی اپنے گھر میں تو نہیں ہوتی مگر ہاں ساتھ والے گھر کی چھت پر ہوتی ہے وہ دودھ میں تھوڑی دیر کی بیہوشی والی دوا ملا کر چپکے سے ساتھ والے گھر کے پاس رکھ دیتا ہے اور مسلسل دودھ فلش مارتا تھا کہ بلی کو دودھ واضح نظر آئے ۔ ۔

جیسے بلی کو دودھ نظر آتا ہے نظر بچا کے اسے پی جاتی ہے تھوڑی دیر کے لیے اور یہی وہ چاہتا ہے پھر وہ اس بلی کو لے کر اور پلاس کو لے کر نمبر دار کے ڈیرے کی طرف آتا ہے ۔ ۔

ڈیرے کا دروازہ پہلے ہی کھلا ہوتا ہے وہ ڈیرے کی دیوار کے ساتھ چھپ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور بلی کو ڈیرے کی دوسری دیوار کے پاس رکھ دیتا ہے ۔ ۔

تب تک وقت تین بج کر 30 منٹ ہو چکا ہوتا ہے

۔ ۔

وہ سوچتا ہے کہ اگر آدھے گھنٹے کے اندر یہ کام نہیں کیا اذانیں ہونے لگ جائیں گی ۔ ۔

اور سارے لوگ اٹھ جائیں گے اس لیے یہ کام ابھی کرنا ہوگا ۔ ۔ پھر وہ موبائل میں بلی کی آواز کو لگاتا ہے تو کتے بھونکتے ہوئے باہر کی طرف آنا شروع ہو جاتے ہیں اور اصلی بلی پر کتوں کی نظر پڑتی ہے اور وہ فورا موبائل کو بند کر دیتا ہے اصلی بلی میاں میاؤں کرتی ہوئی دوڑ لگا دیتی ہے اور کتے اس کے پیچھے اس کے بعد وہ ڈیرے میں داخل ہوتا ٹڑی کے شروع والے حصے سے حقہ کو کھول علیحدہ کر کے ، لیتے ہوئے فرار ہو جاتا ۔ ۔ اور اپنے گھر میں کے قریب جو کماد لگا یا ہوتا ہے اس میں چھپا دیتا ہے اور خود چپکے سے اپنے گھر میں آ کر لیٹ جاتا ہے ۔ ۔

پھر اذانیں آنا شروع ہو جاتی ہیں اور وہ نماز پڑھ کر سو جاتا ہے۔۔ دراصل حقے کی چوری کرنا مقصد نہیں ہوتا
یہ صرف ایک مذاق ہوتا ہے۔۔
اگلے دن جب نمبر دار صاحب اٹھتا ہے تو شور مچانا شروع کر دیتا ہے۔۔ مساجد میں حقے کی چوری کا اعلان
ہوتا ہے

نمبر دار کہہ رہا ہوتا کہ یہ میرے دشمنوں کا کام ہے انہوں نے حقہ نہیں چرایا بلکہ میری عزت چرائی ہے۔۔
میری عزت پر ہاتھ ڈالا ہے جب وہ یہ سارا معاملہ دیکھتا ہے تو سوچا کہ معاملہ زیادہ بن گیا۔۔
ابحقہ کس طرح سے واپس کیا جائے پھر وہ بشیر صاحب کو فون کرتا ہے
بشیر صاحب :
تم پریشان نہ ہو ہم اس کو حقہ بھی لوٹا دیں گے اور ہماری عزت بھی کرے گا
اور یہ سب مجھ پہ چھوڑ دو بس جو کہہ رہا ہے وہ کرو تم نے مجھے آکر میری فیکٹری میں ملنا ہے اور وہ حقہ مجھے
دینا ہے

عامر : جی اچھا پھر اگلی رات وہ جب حقے کو کماد سے نکال کر لے جا رہا ہوتا تو راستے میں سے آوازیں آرہی
ہوتی ہیں جاگتے رہنا بھائیوں جاگتے رہنا

یہ سن کر وہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ سب کچھ اس حقے کی چوری کی وجہ سے ہو رہا ہے مگراس کا گھر کیونکہ گاؤں سے بہت دور ہوتا ہے اس لیے وہاں پر پہرا نہیں ہو رہا ہوتا ان کو آسانی سے بشیر صاحب تک پہنچ جاتا ہے اور بشیر صاحب کو دے دیتا ہے (پھر بشیر صاحب حقے کو گاڑی میں رکھ کر سیدھے پولیس سٹیشن چلے جاتے ہیں اور انسپکٹر کو جا کر حقہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ راستے میں گرا پڑا تھا ہمیں ملا تو ہم نے سوچا کہ پولیس اسٹیشن جا کر دے اتے ہیں۔ حقہ کافی سجا ہوا ہے تو ہم نے سوچا کہ یہ کسی امیر بندے کا ہی ہو گیا
عامر (پولیس والے سے) ہمارے نمبر دار حقہ بھی بالکل اسی طرح کا ہے
بشیر صاحب عامر کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں جس کا مطلب ہوتا ہے خاموش رہو اور عامر خاموش ہو جاتا
ہے

پولیس والا : ہاں ہاں یہ ان کا ہی حقہ ہے تمھیں نہیں پتہ کہ چوری ہو گیا ہے تم نے اعلان نہیں سنا؟
عامر : پتہ نہیں میں صبح لیٹ اٹھتا ہوں کیونکہ میں رات کو فیکٹری میں ان کے ساتھ کام کرواتا ہوں گھر کی
طرف جا رہا تھا بشیر صاحب کے ساتھ مجھے راستے میں یہ حقہ ملا
کیونکہ ہم تو حق کے کچھ شوقین نہیں ہے اس لیے ہمارے یہ کس کام کا

پولیس والا: تم نے یہ بہت اچھا کیا نمبر دار اس حقے کو پا کر بہت خوش ہوں گے
آخر نمبر دار کو فون کیا گیا اور وہ ابھی جاگ رہا تھا بلکہ پیچھے سے جو آوازیں آ رہی تھیں ان سے لگ رہا تھا وہ اپنے ساتھ ساتھ گاؤں والوں کو بھی جگائے ہوئے ہیں۔۔

خیر انسپیکٹر نے بتا تا کہ اس کا حقہ مل گیا ہے اور جن لوگوں کو ملا ہے وہ میرے پاس کھڑے ہیں
نمبر دار خوشی سے واہ واہ،، میں ان عظیم ہستیوں سے ضرور ملنا چاہوں گا۔۔
انسپکٹر: جی جناب ضرور ملیے
نمبر دار آدھے گھنٹے میں کچھ گاڑیوں کے ساتھ وہاں پر لڈو لے کر پہنچ جاتا ہے اور انسپیکٹر سمیت سارے پولیس اسٹیشن کو وہ لڈو کھلاتا ہے اور عامر کو دیکھ کر کہتا ہے کہ تو چودھری خادم کا بیٹا ہے؟

عامر: جی
نمبر دار: واہ واہ،، بیٹا کمال کر دیا تم نے اور پھر ان دونوں کو لے کر گاؤں میں آ جاتا ہے اور حقہ ملنے کا جشن مناتا ہے ساتھ میں عامر سے کہتا ہے بیٹا اگر کبھی بھی میری ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں

عامر: جی
نمبر دار: تم نے آج سارے گاؤں والوں کا سر فخر سے بلند کر دیا
عامر (دل میں سوچا کہ اس میں کون سا کارنامہ انجام دیا ہے پھر رات کے تقریبا دو بج کر 30 منٹ تک جشن منایا جاتا ہے اور پھر وہ اپنے گھر واپس آ جاتا بشیر صاحب اپنے گھر واپس چلے جاتے ہیں۔۔
اگلے دن عامر ابھی اٹھا بھی نہیں ہوتا کہ نمبر دار اس کے گھر پر لڈو لے کر پہنچا ہوتا ہے اور اس کی تعریفوں کے پل باندھ رہا ہوتا ہے پھر وہ جا کر خادم سے ملتا ہے اور کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد نمبر دار وہاں سے شکریہ ادا کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں اس کے بعد خادم عامر سے پوچھتا کہ
تو تو نالائق ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا مجھے کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے، سچ سچ بتا کیا مسئلہ ہے؟
پھر وہ سب کچھ بتاتا ہے اس پر سبھی گھر والے بہت ہنستے ہیں اور پھر خادم کہتا ہے کہ 100 مرچ اور سویمو لے کر آؤ

عامر (ہنستے ہوئے) وہ کس لیے!
ابو: تمھیں کھلانے کے لیے
عامر: ہاں (حیرانی سے)، پر کیوں؟
ابو؛ کیونکہ بیٹا تم نے چوری کی ہے خواہ مذاق میں کی ہے۔۔
یہ تمہیں نصیحت دینے کے لیے تاکہ تم آئندہ سے چوری نہ کرو
عامر: مگر،
ابو: کوئی بحث نہیں،

تم نے یا تو سو مرچ کھانی ہے یا پھر سو لیمو۔۔

جب وہ مرچ کھاتا تو بہت مرچیں لگتی جب لیمو کھاتا تو بہت کھٹا ہوتا

ایسا کرتے کرتے بیچارے کے کانوں سے بھی دھواں نکل جاتا ہے۔۔ مگر لیموں سارے کھا جاتا ہے سو مرچیں بھی۔۔

اس کے بعد کمرے میں جا کر لیٹ جاتا ہے اور دل میں خیال کر رہا ہوتا ہے کہ جس کی گاؤں میں اتنی عزت اس کی گھر میں کیا عزت ہے!!

(اتنے میں ہی ثناء کا میسج آ جاتا ہے اور عامر جیسے ہی واٹس ایپ آن کرتا ہے میسج کرتا ہے تو پھر اس پر لکھا ہوتا ہے کہ میں ثنا ہوں اور میں اپنی مامی کے موبائل سے تمہیں میسج کر رہی ہوں۔۔

میں یہاں پر ممانی کے ہاں آئی ہوئی ہوں ممانی کو تمہاری ضرورت ہے تم اس جگہ پر آجاؤ وہاں پر گلی نمبر دو مکان نمبر 13 ہیں اور وہ میری ممانی کا ہے۔۔ تم وہاں آؤ گے تو میں باہر ہی ہوں گی تمہارا انتظار کر رہی)

عامر: جی ضرور میں ابھی آیا اس کے بعد وہ ثناء کی ممانی کی طرف روانہ ہوتا ہے اور دیے گئے پتے پر پہنچ جاتا ہے وہاں پر ثناء نا کھڑی ہوتی ہے۔۔

عامر: السلام علیکم، کیسی ہو ثناء؟

تمھیں دیکھے ہوئے بھی بہت وقت ہو گیا ہے

ثناء: وعلیکم السلام میں ٹھیک ہوں اور فضول باتیں نہ کرو اندر آ جاؤ پھر وہ دونوں اندر چلے جاتے ہیں اور پھر وہ اپنی ممانی سے اسے ملواتی ہے

ممانی: یہ لڑکا ہے!

عامر؛ جی میں لڑکا ہی ہوں اپ کو لڑکی تو نہیں دکھائی دے رہا

ممانی (ہنسنے لگتی ہے) میرا مطلب وہ نہیں تھا (پھر عامر ثنا کی طرف دیکھتا ہے تو اس کے چہرے کا تاثر بتا رہا ہوتا ہے کہ اس نے عامر کے بارے میں سب کچھ اپنی ممانی کو بتا دیا کیونکہ دونوں ہی مسکرا رہی ہوتی ہیں)

عامر: جی بتائیں مجھے کس کام کے لیے بلوایا ہے؟

ثناء: تم نے ماموں کی جاسوسی کرنی ہے

عامر؛ کس کے ماموں؟

ثناء: میرے ماموں کی

عامر: مگر کیوں؟

ثناء؛ ممانی کو شک ہے کہ ان کا چکر کہیں اور چل رہا ہے

عامر : وہ کیا کرتے ہیں ؟

ثناء : وہ لوگوں کی شادیاں کراتے ہیں میرج بیورو ہے ان کا

عامر : ان کا نام کیا ہے ؟

ثناء : طلحہ ، اوران کا میرج بیورو مین بازار میں ہی ہے اس پر لکھا ہے "طلحہ میرج بیورو"

عامر : لیکن جاسوسی کرنے کے لیے ساتھ رہنا ضروری ہے اور میں ان کے ساتھ کس طرح رہ سکتا ہوں ؟

ممانی : وہ تم مجھ پہ چھوڑ دو مجھ سے کہہ دوں گی کہ اس لڑکے کو بھی چار دن اپنا بزنس بتادو تاکہ آنے والے وقت میں کچھ کام آئے

عامر : جی ضرور

آپ کا نام کیا ہے ؟

ممانی : میرا نام فردوس ہے

عامر : طلحہ فردوس

ممانی : ہاں ،

عامر : ٹھیک ہے میں ان کی جاسوسی کروں گا مگر میری شرط یہ ہے کہ ثناء مجھ سے ہر روز بات کیا کرے گی

ممانی : وہ تم مجھ پہ چھوڑ دو ثناء کی تو امی بھی تم سے بات کرے گی (ثنا پاس کھڑی سن رہی ہوتی ہے !

کیوں ثناء ؟

عامر (ہنستے ہوئے) امی سے بعد میں بات کرلیں گے فی الحال اسی سے ہی بات کرنی ہے

ثناء (ہنس پڑتی ہے) اچھا مجھ سے ہی بات کرلینا شادی کے بعد ہم نے بات نہیں کرنی ہے

عامر : وہ تو مجھے لگتا ہے تمہارے ابو کی آزمائشیں پوری کرتے کرتے میں بوڑھا ہو جاؤں گا

ثناء (ہنستے ہوئے) تمھیں بھی پتہ چلے کہ پیار کیا ہوتا ہے !

عامر : یہ تو صحیح ہے ، (ممانی بات کاٹتے ہوئے ، تم بعد میں لگے رہنا ، ابھی میری بات سنو)

عامر : جی بتائیے !

ممانی : یہ منصوبہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہے ۔ ۔ ۔ ٹھیک ہے ؟

عامر : جی بالکل ٹھیک ہے ،

اس کے بعد وہ گھر واپس آجاتا ہے رات کو ممانی کا میسج آتا ہے کہ تمہارا کام ہوگیا ابھی کل سے تمہاری ڈیوٹی شروع

عامر : جی بہتر ،

(اگلے دن وہ جاکر طلحہ سے ملتا ہے وہ عامر کو دیکھ کر خوش آمدید کہتے ہیں اور میرج بیورو کے اندر لے جاتا ہے

پھر طلحہ اس کو بتاتا ہے کہ اگر تمہارے پاس لڑکے والے آئیں تو تم نے لڑکی گھر والوں کی تعریف کرنی اور نہ کہ لڑکی کی اور اگر لڑکی والے ائیں تو تم نے لڑکی کی تعریف زیادہ کرنی ہے اور لڑکے کے گھر والوں کے کام بتانے ہیں

عامر : اس میں کونسا لوجک ہے ؟

طلحہ : لڑکی کا رشتہ کروانے کے لیے لڑکے سے زیادہ تم نے لڑکی کے گھر والوں کو متاثر کرنا ہے تاکہ لڑکی تمہاری باتوں میں آجائے لڑکی کو دیکھتے ہی تم نے اس کے گھر والوں سے کہنا ہے آپ کی بیٹی تو چاند جتنی خوبصورت ہے اس کی مسکراہٹ بہت نرالی ہے اس کے لیے تو ہزاروں لڑکوں کی قطار لگ جائے گی اور اگر لڑکا اپنے گھر والوں کے ساتھ آئے تو ان سے کہنا کہ آپ کا بیٹا اتنا کام والا تو نہیں ہے تھوڑا بہت فضول خرچی بھی ہے دوستوں کے ساتھ بھی اکثر گھومتا پھرتا ہے رات کو بھی دیر سے آتا ہوگا پر آپ فکر نہ کریں ہم بہت اچھی لڑکی ڈھونڈ کے دیں گے کم از کم آپ کے سپوت سے وہ بہتر ہوگی

عامر : مطلب ہر طرف سے لڑکے کی ہی واٹ لگانی ہے
طلحہ : بس یہی سمجھ لو پر یہ ایک بزنس ہے ۔ ۔
وہ باتیں کر رہے ہوتے ہیں کہ ایک فیملی اپنی لڑکی کے ساتھ لے وہاں آجاتی رشتے کے لیے ۔
طلحہ انہیں دیکھتے ہی تعریفی الفاظ کہنا شروع کر دیتا ہے ۔ ۔ جب وہ کہہ رہا ہوتا ہے تو لڑکی مسکرانے لگتی ہے ۔ ۔ طلحہ اپنا موبائل چیک کرتا ہے اس پر کالیں آ رہی ہوتی ہیں اور وہ اپنا موبائل عامر کو دیکھ کر کہتا ہے اچھا یہ کال جا کر سنو اور اس سے کہو میں ابھی مصروف ہوں ۔ ۔
عامر کال ریسیو کرتا ہے تو وہ بھی کسی لڑکی کی ہوتی ہے جو رشتہ کرانا چاہ رہی ہوتی ہے ۔ ۔
اور اس طرح عامر کو موقع مل جاتا ہے تو وہ طلحہ کے موبائل کے سارے نمبر لینے کا ۔ ۔
وہ جلدی سے سکرین شاٹ لے کر اپنی طرف بھیج کر وہ سکرین شاٹ ختم کر دیتا ہے پھر طلحہ کو موبائل دے دیتا ہے
ممانی کا پہلا کام ہو جاتا ہے (نمبر لینا)
جو کہ عامر کر دیتا ہے پہلے ہی دن ۔ ۔
دوسرا کام ہوتا ہے جو میسج انہیں آتے ہیں ان کی تصویریں بھیجنے کا
مگر یہ کام تھوڑا مشکل ہوتا ہے کیونکہ میسج کو کھولنے اور بند کرنے میں وقت زیادہ لگ جاتا ہے اور طلحہ کو شک بھی نہ ہو ۔ ۔
خیر طلحہ بھی لڑکی والوں کے ساتھ لڑکی کی تعریفیں کے پل بن رہا ہوتا ہے اور عامر آ کر انہیں موبائل دے دیتا ہے
طلحہ : میں ضرور آپ کی بیٹی کے لیے ایک بہت اچھا لڑکا ڈھونڈ کر آپ سے رابطہ کروں گا
لڑکی نظر عامر پر پڑتی ہے اور وہ طلحہ سے پوچھتی ہے کہ اس کی شادی ہوئی ہے
طلحہ : نہیں ، یہ ابھی کنوارہ ہے
لڑکی : تو آپ اس سے میری شادی کروا لیجیے
یہ بات سن کر عامر کے پاؤں تلے زمین کھسک جاتی ہے کہ میں پہلے ہی کسی سے شادی کے لیے اتنا مصروف ہوں اور کوشش کر رہا ہوں ۔ ۔ کہیں نئی مصیبت کھڑی نہ ہو جائے اگر اس کو پتہ چلا تو وہ ناراض ہو جائے گی مگر اتنے میں
طلحہ : نہیں ، اس کی منگنی ہوئی ہے اور یہ ویسے بھی بہت نالائق ہے ۔ ۔ یہ ایک شرابی جوئے باز کبوتر باز آوارہ قسم کا لڑکا ہے اس سے شادی کر کے اپنی زندگی کیوں برباد کرنی ہے ؟
لڑکی : کوئی مسئلہ نہیں شادی کے بعد میں اسے سدھار لوں گی

لڑکی والے : نہیں بیٹی یہ شرابی کبھی نہیں سدھر سکتے ۔ ۔ ابھی بھی دیکھو گے تمہیں کیسے گھور رہا تھا !
لڑکی تو لڈو ہو چکی ہوتی ہے مگر لڑکی گھر والے اسے جیسے تیسے کر کے وہاں سے لے جاتے ہیں
اس کے بعد طلحہ اس سے کہتا ہے کہ آؤ کھانا کھا لیں
عامر : جی ضرور پھر وہ کھانا کھانے کے لیے چلے جاتے ہیں اور طلحہ اس کو سمجھاتا ہے کہ یہ بزنس کچھ اس طرح کا ہی ہے
عامر : جی ، پھر اس کے بعد ممانی کو وہ سارے نمبر بھیج دیتا ہے ۔ ۔
جنہیں ممانی ملا ملا کر تسلی کرتی ہے کہ کن کن سے طلحہ رابطے کرتا ہے ۔ ۔
اور جیسے جیسے نمبر ملاتی ہیں غصے سے لال ہو جاتی ہے
اور رات کو جب طلحہ میرج بیورو سے واپس گھر جاتا تو ممانی فردوس جی ، طلحہ سے بات ہی نہیں کرتی اور اس طرح سے عامر دو تین دن ساتھ رہتا ہے ۔ ۔
طلحہ ہمیشہ لڑکے والے آتے تو کچھ خاص نہیں کہتا مگر جب لڑکی والے آتے ہیں تو تعریف کے پل باندھتا ہے اور جب وہ چلے جاتے ہیں تو طلحہ عامر کو سمجھاتا ہے کہ میں نے اسی ترکیب سے کئی رشتے کروائے ہیں
اور وہ کامیاب بھی ہوئے ہیں
ایک دن طلحہ ایسے ہی بات کرتے کرتے اپنا موبائل میز پر چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور عامر جلدی سے میسج سکرین شاٹ لے لیتا ہے ۔ ۔
ان کو پڑھے بغیر ممانی کو بھیجتا ہے جنہیں پڑھ پڑھ کے ممانی لال پیلی ہو جاتی ہے اور ٹھیک ایک ہفتہ گزرنے کے بعد ممانی فردوس
کہتی ہے
مجھے طلاق چاہیے
طلحہ : مگر کیا ہوا ! جو تمھیں طلاق چاہیے
فردوس :مجھے سب پتہ چل گیا ہے کہ تم ایک لڑکی سے نہیں بلکہ ساری لڑکیوں سے چکر چلا رہے ہو
اصل بات یہ ہوتی ہے کہ وہ تمام میسج جن کے سکرین شاٹ عامر نے دیا ہوتا ہے وہ سب طلحہ کے کلائنٹس ہوتے ہیں جن میں بہت ساری لڑکیاں بھی ہوتی ہیں اور طلحہ کی مجبوری ہوتی ہے ان سے بات کرنا ان کی تعریف کرنا تاکہ وہ شادی کرنے کے لیے رضامند ہو جائیں

طلحہ اس کے بعد عامر کے پاس آتا ہے ۔ ۔

اسے کہتا ہے کہ یار میں فردوس سے بہت پیار کرتا ہوں مگر میرا بزنس ہی کچھ اس طرح کا ہے ۔ ۔ مجھے لڑکیوں سے بات کرنی پڑتی ہے ۔ ۔ تو اب تم اس مسئلے کا حل نکالو اس نے میرے میسج بھی پتہ نہیں کیسے پڑھ لیا حالانکہ میں موبائل کو سونے سے پہلے پاسورڈ لگا کر سوتا ہوں

عامر : کوئی بات نہیں ، آپ فکر نہ کری ، ں میں انہیں سمجھاؤں گا ، اس کے بعد وہ پھر فردوس کے پاس جا کر اسے سب کچھ بتاتا ہے

کہ یہ بزنس اس طرح کا ہے جس میں لڑکیوں سے بات کرنی پڑتی ہے اور بھی بہت کچھ کہنا پڑتا ہے انہیں کچھ تحفے میں بھی دینا پڑتا ہے مگر طلحہ جی آپ سے بہت پیار کرتے ہیں آپ کو سارا دن یاد کرتے رہتے ہیں تو آپ ان پر شک نہ کیجئے گا آپ کو یہ پسند نہیں کہ یہ لڑکیوں سے بات کریں تو ان کا بزنس بدل دیجئے

فردوس : ٹھیک ہے میں تمہاری بات کا یقین کر لیتی ہوں مگر آج کے بعد یہ کوئی اور کام کریں گے ورنہ لوگوں کی شادیاں کرواتے کراتے ، ان کی اپنی بھی ٹوٹ جائے گی

طلحہ : مگر مجھے کوئی اور کام کرنا نہیں آتا

فردوس : وہ تمہارا مسئلہ کوئی اور کام سیکھ لو اور وہ کرو کسی بزنس میں اپنا شیئر ڈال لو

عامر : یہ صحیح رہے گا تو اب مجھے اجازت ہے

فردوس : ہاں ، بیٹا (ابھی جانے ہی لگتا ہے کہ اوپر سے ثناء آجاتی ہے ، جسے دیکھ کر عامر اس سے پوچھتا ہے)

پریشان سی لگ رہی ہو ! خیر ہے

ثناء : اصل میں آج دوپہر کو میں نے ٹیسٹ دینا ہے

عامر : تو اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے ؟

تمھیں ٹیسٹ نہیں آتا ؟

ثناء : ٹیسٹ تو آتا ہے مگر نمبر اچھے آجائیں تو کمال ہو جائے

عامر : اللہ کرم کرے گا ، نمبر اچھے آئیں گے

ثناء : کوئی ایسی بات کرو کہ میرے دل کو حوصلہ ہو جائے

عامر : میں دعا کروں گا اور تم بھی دل میں دعا مانگنا ، جتنی محنت تم کرتی ہو تم ضرور کامیاب ہو جاؤ گے

ثناء : بہت بہت شکریہ !! تمہاری بات سے میری حوصلے والی بیٹری 80 فیصد چارج ہو گئی ہے

عامر : واہ واہ تم بھی مذاق کرنے لگی ہو

ثناء : ہاں ، کیوں نہیں !! اور تم سے آج چھوٹا سا کام بھی ہے

عامر : کیا کام ہے ایک تو تمہارے ابو دن رات گدھے کی طرح مجھ سے کام لے رہے ہیں تمہارے لیے وقت نہیں نکال پاتا

ثناء : وہ تم سے گدھے کی طرح کام لیتے ہو اب تم نے سچ میں ایک گدھے سے کام لینا ہے

عامر : سمجھ نہیں آئی آپ کی بات

ثناء : بالکل آسان بات ہے تم نے گدھے کو تربیت دینی ہے اور اس سے سدھارنا ہے

عامر : ہاں (حیرانی سے) بھلا گدھے کو کیسے سدھارا جاسکتا ہے سدھرنے والے ہوتے تو اسے گدھا کیوں کہتے ہیں ؟

ثناء : وہ مجھے نہیں پتا میری سہیلی سے شرط لگی ہے تم کو لے کر کہ تم سب کام کر سکتے ہو تو اس نے کہا کہ تم سے کہوں کہ ایک گدھے کو سدھار کر دکھاؤ

عامر : یہاں پر کئی بندے گدھوں جیسے حرکتیں کرتے ہیں ان کو سدھارنا مشکل ہے اور گدھا تو پھر گدھا ہے

ثناء : دیکھو، میری عزت کا سوال ہے

عامر : چلو گدھے کو بھی سدھار لیتے ہیں مگر تمہاری سہیلی یہ مانے گی کیسے کہ گدھا سدھر گیا ہے ؟ اخر وہ کس بات پر رضامند ہوگی ؟ ایک تو تمہاری سہیلی پھر بھی مجھے شک ہو رہا ہے کہ انھی کے آس پاس سے تعلق رکھتی ہے

ثناء : فضول باتیں نہ کرو اور اس نے کہا کہ ایک ایسا گدھا جو ٹانگوں کا استعمال کر کے مالک کو چھوڑتا ہے وہ اگر ٹانگیں نہ مارے تو میں سمجھ جاؤں گی کہ گدھا سدھر گیا ہے

عامر : لو جی امی کیسا گدھا اس کے سامنے کھڑا کر دیں گے جو ٹانگیں نہیں مارتا ہوگا پھر ہم اس سے کہہ دیں گے کہ یہ پہلے ٹانگیں مارتا تھا اگر اب نہیں مارتا اسے کون سا پتہ چلنا ہے

ثناء : جی نہیں وہ تمہیں خود ہی گدھا دے گی جو کہ ٹانگیں مارتا ہے اور تم نے اسے سدھارنا ہے

عامر : اور کوئی چارہ نہیں ؟

ثناء : دیکھ لو میری عزت کا سوال ہے اور اگر تم گدھے کو سدھار نہ سکے تو وہ سارا سال میرا مذاق اڑائے گی

عامر : ویسے مذاق کونسا ساتھ لگتے ہیں، مگر میں کوشش کروں گا

ثناء : یہ ہوئی ناں بات!

عامر : وہ جب گدھا دے گی ؟

ثناء : اج شام کو اور اس گدھے کو تم نے دس دن میں سدھارنا ہے

عامر : ٹھیک ہے

(اس کے بعد وہ ٹیسٹ دینے کی تیاری کرنا شروع کر دیتی ہے اور عامر اپنے اسی دوست سے مشورہ کرنے چلے جاتا ہے جس نے پیار کا مشورہ دیا تھا)

عامر : السلام علیکم

دوست (محمود) : وعلیکم السلام

عامر : یار پیار تو میں نے کر لیا ہے لیکن اب مسئلہ یہ ہے ان کھڑا ہوا ہے کہ گدھے کو سدھارنا ہے وہ کیسے سدھرے گا ؟

محمود : کس گدھے کو ؟ کہیں اپنے بارے تو بات نہیں کر رہے ؟

عامر : یار تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟

محمود : یار میں نے سوچا کہ شاید تم نے آج شیر دیکھ لیا ہو اور توبہ کرنے کے لیے یہ سب کچھ کہہ رہے ہو

عامر : خیر جتنے چیتے تم ہو اتنا میں بھی ہوں تو تم یہ بتاؤ کہ گدھے کو کیسے سدھارنا ہے ؟

محمود : میں کون سا کمہاروں سے ملتا ہوں یا میں نے گدھا فارم کھول رکھا ہے کہ مجھے پتہ ہو گا گدھوں کو کیسے سدھارا جاتا ہے ؟ بہر حال میں نے سنا کہ پیار محبت سے ہر چیز مانوس ہو جاتی ہے تو اس سے پیار محبت سے پیش آؤ ہو سکتا ہے تم سے مانوس ہو جائے

عامر : پیار محبت سے کوئی چیز مانوس ہو یا نہ ہو بہر حال تم بہت ہی منحوس ہو تمہارا پہلے بھی مشورہ مانا اور میری اپنی حالت گدھوں جیسی ہو گئی ہے

محمود : ہاں ہاں وہی تو میں نے کہا ہے کہ تم کہیں اپنی بات تو نہیں کر رہے ہو

عامر : چھوڑو یار میں خود ہی کوئی حل نکال لوں گا

(ان باتوں میں شام ہو جاتی ہے اور شام کو جب وہ گھر جاتا ہے تو وہاں پر اس کی سہیلی گدھا لے کر آئی ہوتی ہے اور عامر کو ہنستے ہوئے وہ گدھا دے دیتی ہے اور کہتی ہے "گدھے نے گدھا سدھارنا ہے" پھر وہ اس گدھے کو لے کر اپنے گھر کی طرف آتا ہے اور پھر اسے باندھ دیتا ہے

اسے کھانے کے لیے زیادہ ڈالتا ہے اسے کھا کر گدھا کچھ نئی سے بو کے ساتھ کچھ موسیقی جیسی آواز دیتا ہوا کھانا ہضم ہونے کی نشانی دیتا ہے ۔ ۔ عامر دل میں سوچتا ہے کہ اب تو رات ہونے والی ہے جو کچھ بھی ہو گا صبح ہو گا ۔ ۔ اس لیے اب سو جاتا ہوں اور اپنے کمرے کے سامنے ہی گدھا باندھ دیتا ہے تاکہ اس پر رات کو نظر بھی رہے مگر جیسے ہی وہ اپنے کمرے میں آ کر بستر پر سر رکھتا ہے تو گدھا نہ جانے کس کی یاد میں ڈھول سمی گانا شروع کر دیتا ہے جس سے عامر کے ساتھ ساتھ اس کے گھر والوں کے بھی وہ خواب جو ابھی دیکھ رہے ہوتے ہیں سارے ٹوٹ جاتے ہیں ۔ ۔ یہ تو اس نے نہیں بتایا تھا کہ یہ مخلوق رات کو قوالی کی پریکٹس بھی کرتی ہے پھر وہ جلدی سے بستر چھوڑ کر باہر آتا ہے اور چارہ لے جا کر گدھے کے منہ میں دے دیتا ہے تاکہ وہ خاموش ہو جائے مگر گدھا چارہ کو نگلنے کے بعد پھر سے بولنا شروع کر دیتا ہے ۔ ۔ عامر کو یہ تو پتہ تھا کہ گدھے تب ہانکتے ہیں جب ان کو شیطان دکھائی دے مگر اس وقت تو وہ خود ہی اس کے سامنے کھڑا تھا خیر جو بھی آتا تھا سب کچھ پڑھ کر کے دیکھ لو بار بار دم کیا اور پھونکے مارے تاکہ وہ خاموش ہو جائے اور شاید گدھے کو ترس آ گیا ہو اور وہ خاموش ہو گیا ہو اور پھر وہ دوبارہ بستر پر آ کر سو گیا اگلے دن اس نے گدھے کو پھر چارہ ڈالا اور جیسے ہی گدھے کی پشت پر اس نے ہاتھ رکھا تو اس نے اپنی بہترین کھلاڑی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے چھکا لگا دیا اور عامر باؤنڈری سے باہر وہاں پر ایک بچہ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا تو اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھڑی کر دی جس کا مطلب کہ چھکا ہو گیا

چھکا لگانے کے بعد گدھا بھی اکڑ جاتا ہے اور ہنستا ہے پہلے تو عامر دل میں خیال کرتا ہے کہ ایک ڈنڈا پکڑ کر اس کو سیدھا کر دوں مگر اس سے کیا فائدہ اگر تمام گدھوں کو ڈنڈوں سے ہی صحیح کیا جاتا تو کیا سارے ہسپتال بھرے ہوتے مریضوں سے ؟

اس کے بعد اس بات کا تو پورا یقین ہو کر لیتا ہے کہ یہ گدھا ٹانگوں کا استعمال بخوبی جانتا ہے اتنی ٹانگیں تو فٹ بال والے کھلاڑی استعمال نہیں کرتے ہوں گے جتنی گدھے ، ویسے اگر فٹ بال والے میدان میں فٹ بال کھیلنے کے لیے گدھے لے جائیں تو ایک بھی گول ہونا مشکل تھا مگر ایمپائر تو کسی کو بھی جیت دلا سکتا ہے کیونکہ وہ بھی تو ایک گدھا ہی ہو گا !

بات کدھر سے کدھر نکل گئی ، عامر ، باڑی سے باہر گر تا تو سامنے اک بزرگ ہوتے ہیں جو کہ یہ سمجھتا ہیں کہ وہ ان کی عزت کر رہا ہے

وہ اس کو اٹھا کر کہتے ہیں

" جیتے رہو بیٹا عمر دراز ہو"

وہ دل میں خیال کرتا ہے کہ بزرگوں کی دعاؤں کے لیے یہ سب سے آسان طریقہ یہی ہے کہ ہم گدھوں سے ٹانگیں کھاتے رہیں ۔ ۔

بہر حال اب تو گدھے کو سدھارنا ہی پڑے گا اس کے بعد وہ گھر میں جا کر لوہے کہ چار پانچ ہل لے کر آتا ہے اور اسے ٹھیک اس زاویے پر گاڑھ دیتا ہے.جس پر گدھے کی ٹانگیں پہنچیں اور پھر چارہ گدھے کو ڈال دیتا ہے اگلے دن جا کر پھر گدھے کے پشت پر ہاتھ رکھ دیتا ہے اور گدھا پھر سے چھکا لگانے کی کوشش کرتا ہے مگر اس بار گیند کرانے والا بھی بہت سیانا ہے گدھا جیسے ہی پاؤں کو اٹھا کر پیچھے مارتا تو وہ سیدھا ہل سے ٹکراتا ہے.جس سے گدھے کو بہت درد ہوتی ہے پھر وہ دوسرا پاؤں اٹھا کر مارتا تو وہ بھی سیدھا ہل سے ٹکراتا ہے اور گدھے میں اگلی کوشش کرنے کا حوصلہ نہیں رہتا اس طرح وہ ہر روز آ کر اس پر ہار رکھ دیتا ہے ایک دن میں پانچ مرتبہ اس پر حملہ کرتا ہے اور ہر بار پاؤں ہل سے ٹکراتا ہے.جس سے گدھے کو سبق ملتا ہے کہ ایسا نہیں کرنا ۔ ۔ آہستہ آہستہ اس گدھے کے حملے کم ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور ٹھیک ایک ہفتے میں جب عامر نے آ کر گدھے کی پشت پر ہاتھ رکھا تو آج گدھے نے بدن پر کوئی حملہ نہ کیا ۔ ۔ اس جگہ پر تو آ کر نیوٹن کا قانون ہی فیل ہو گیا ۔ ۔ شاید یہاں پر انرجی کنزرو ۔ ۔ والا قانون لاگو ہو گیا ہو ۔ ۔ یا گدھے نے ساری انرجی ہل کو دے دی اور اب اس کے پاس کوئی انرجی نہیں رہی اس طرح نویں دن پھر ٹیسٹ کی اور گدھے نے آگے سے کوئی جواب نہ دیا پھر محلے سے کچھ بچے اٹھا کر لایا اور وہ بچے بھی گدھے کے پشت پر ہاتھ رکھتے تھے مگر گدھا کوئی جواب نہ دیتا اس کا مطلب گدھا سدھر گیا ۔ ۔

اور عامر نے دسویں دن جا کر وہ گدھا شناء کی سہیلی کو واپس کیا اور کہا کہ دیکھ لو اب یہ گدھا کبھی ٹانگ نہیں مارے گا اس کے سہیلی نے کہا : چلو ، اس پہ ہاتھ رکھو ، عامر نے پشت پہ ہاتھ رکھا تو گدھے نے کچھ نہیں کیا ۔ ۔ اور اس کی سیلی بہت متاثر ہوئی اور عامر کی بہت تعریف کی اور کہا کہ تم لاجواب ہو

اس کے دل میں پہلے تو آیا کہ یہ کہہ دے کہ اس نے بڑے بڑے گدھوں کو سدھارا ہے۔۔ پر یہ نہیں کہا کیونکہ ہوسکتا کوئی شلوار قمیض پہنے اس سے بھی بڑا گدھا سامنے آسکتا ہے۔۔

اس کے بعد ثناء نے اپنی سہیلی کو الوداع کہا اور گھر واپس آگئی اور وہ بشیر صاحب سے ملنے چلا گیا تاکہ پتہ چلے کہ وہ کیا کہتے ہیں۔۔

وہ ان کو ملے تو وہ مسجد کی تعمیر کے لیے اینٹیں منگوا رہے تھے

عامر : السلام علیکم

بشیر صاحب : و علیکم السلام

میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا

عامر : کیوں ؟

بشیر صاحب : ایسا کرو کہ تم جا کر مسجد کی اینٹیں لے آؤ بھٹے سے ، میں نے انہیں فون کر دیا ہے

عامر : کتنی اینٹیں لانی ہیں ؟

بشیر صاحب : یہی کوئی پانچ چھ ہزار

عامر : ٹھیک ہے ، میں نے وہاں کیا کرنا ہے ؟

بشیر صاحب :یہی کہ وہ اینٹیں ٹرالی میں رکھنی ہیں

عامر :کیا (حیرانی سے) اتنی تو میں اکیلا کیسے رکھوں گا ؟

بشیر صاحب : حوصلہ بلند رکھو تمہارے ساتھ ایک مزدور بھی ہوگا اور اللہ کے گھر کا کام ہے۔۔

تمہیں ہر اینٹ کو رکھنے کے بدلے میں ثواب ملے گا

عامر : ہوسکتا ہے کہیں اینٹیں رکھتے رکھتے میں شہید ہو کر سیدھا جنت ہی چلا جاؤں۔

ویسے بشیر صاحب آپ بھی اس نیک کام میں حصہ لیں

بشیر صاحب : میں نے سوچا کہ تم اس سے زیادہ ثواب کما لو پھر نہ کہنا کہ ثواب کمانے کا موقع ہی نہیں دیا اور اپنے کام میں مصروف رکھا۔۔

(عامر سوچتا ہے کہ جب کوئی مشکل کام آتا ہے تو سبھی لوگ یہی سوچتے ہیں کہ یہ کام کوئی اور کر کے ثواب کما لے اور ہم آسان آسان کام کر کے ثواب کما لیتے ہیں) بالکل جہاد کی طرح جیسے کہ جس کو بھی پوچھا جائے جہاد کرنا چاہیے تو وہ یہ کہتا ہے کہ ضرور کرنا چاہیے مگر یہ تم کر لو اور ہم نماز پڑھ کر روزہ رکھ کر ثواب کما لیتے ہیں یہ تو بعد کی بات ہے

عامر : کس بھٹے پہ جانا ہے ؟

بشیر صاحب : "رنگ شاہ والا بھٹہ "اور ابھی جانا ہے اور مزدور وہاں پر پہنچ چکا ہے

عامر : جی ٹھیک ہے ، اس کے بعد وہ بھٹے پر پہنچ گئے ، اور وہاں پر اینٹوں کا پہاڑ اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے جسے عبور کرنا ہوتا ہے اور مزدور بیچارہ ایک چوتھائی پہاڑ سر کرنے کے بعد اپنا حوصلہ پست کر کے گھر کی طرف اور باقی پہاڑ کو بیچارے عامر کو سر کرنا پڑتا ہے۔ ۔

اور جتنی مشقیں اس کی یہاں پر ہوتی ہیں اتنی مشقیں نہ تو کسی ریاضی کی کتاب میں ہیں نہ ہی کسی باڈی بلڈر نے کی ہوں گی۔ ۔ اور جن لوگوں کا وزن زیادہ ہو وہ ان مشقوں کا زندگی میں ایک بار استعمال ضرور کر لیں تاکہ وہ بھی دوسروں کی طرح ہلکے پھلکے دکھائی دیں۔ ۔ ایک تو یہ پہلے ہی کمزور جوان تھا اور باقی جو کچھ جسم میں محفوظ تھا وہ آج نکل گی ، شام ہو گئی ٹائم بڑھتے بڑھتے ، اور شام کو اگر بشیر صاحب گاڑی لے کر نہ جاتے ، تو شاید ایمبولینس والے عامر کو اٹھا کر ہسپتال لے جاتے ، مگر قسمت ، اور پھر بشیر صاحب اس کو گھر لے آتے ہیں اور آج جتنی تھکان اس کو ہوئی ہے شاید فراز کو بھی پہاڑ کھودتے وقت نہ ہوئی ہو اس کے بعد عامر نے کہا کہ آج میں گھر نہیں جا سکتا میں یہیں سو جاتا ہوں

بشیر صاحب : کوئی بات نہیں پیچھے بیٹھک خالی ہے وہاں پر سو جاؤ

اس کے بعد وہ بیٹھک میں آتا ہے اور کب بستر پر سر رکھا ؟ کب نیند آئی ، کچھ پتہ ہی نہیں چلا ، اگلے دن ناشتہ کھا کے گھر پہنچتا ہے ، اور دو دن تک مالش کرتا رہتا ہے ، اور کچھ تھکاوٹ ٹھیک ہو جاتی ہے ، اور پھر ثناء سے ملنے جاتا ہے اس وقت ثنا گھر پر صفائی کر رہی ہوتی ہے اور اس کی والدہ بستر پر آرام کر رہی ہوتی ہے۔ ۔

عامر جا کر اس کی امی کو سلام کرتا ہے ان سے باتیں کرنا شروع کر دیتا ہے اتنے میں وہ بھی صفائی کر کے اپنی امی کے کمرے میں آجاتی ہے اور پھر وہ ثناء سے پوچھتا ہے

تمہارے بھائی نظر نہیں آتے اور نہ ہی وہ کبھی یہاں آئے نہ ہی انہیں دیکھا ؟

ثناء : دراصل میرا ایک بھائی پنجاب میں لاہور میں ہے اور دوسرا سندھ میں اس لیے بہت ہی کم آتے ہیں

عامر : اور تم زیادہ وقت اپنی امی کے ساتھ گزارتی ہو یا ابو کے ساتھ ؟

ثناء : اپنے ابو کے ساتھ زیادہ وقت گزارتی ہوں

عامر : اور کپڑے وغیرہ تو اپنی امی کے ساتھ ہی خریدنے جاتی ہو یا اکیلی بازار چلی جاتی ہو

عامر : اکیلی نہیں جاتی ابو ساتھ ہوتے ہیں اور کبھی کبھی امی بھی ساتھ چلی جاتی ہے

عامر : کپڑے خریدتے ہوئے قیمت کم کرنے کے لیے بحث کرنا آتی ہے ؟

ثناء : میں تو بس پسند کرتی ہوں باقی ابو ہی قیمت وغیرہ پر بحث کرتے ہیں

اتنے میں بشیر صاحب آ جاتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کیا بات ہے کپڑوں پر بات ہو رہی ہے

عامر : جی ، ہاں ، کپڑے بھی تو خریدنا پڑ سکتے ہیں

بشیر صاحب ؛ کیوں نہیں بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تم کپڑوں کی دکان پر ہی چند دن لگا لو تاکہ تمہیں بھی پتہ چل جائے

عامر : بشیر صاحب کوئی اور کام بتا دیں

بشیر صاحب : اس میں کونسا مشکل کام ہے ، بس عورت کو دیکھ کر یہی تو کہنا ہے

"آئیے باجی یہی دکان ہے ذرا کپڑا تو دیکھ لیجیے نئی قسمیں آئی ہوئی ہے آپ کی اپنی دکان ہے"

عامر : وہ تو ٹھیک ہے مگر میں نے دکھانا باہر کھڑے ایسے لڑکوں کو دیکھا ہے ان کی زبان یہ بول بول کر اتنی ہلکی ہو جاتی ہے کہ یہ پتہ نہیں چلتا کہ لڑکی بول رہی ہے کہ لڑکا

بشیر صاحب (ہنستے ہوئے) یہ تو ہے

عامر : کوئی اور کام بتا دیں

بشیر صاحب : چار دن بعد دسمبر شروع ہو رہا ہے اور سردیاں آ رہی ہیں

عامر : جی ، دو سال گزر گئے ہیں جب میں آپ سے پہلے آ کر ملا تھا

بشیر صاحب : میں یہ نہیں پوچھ رہا بلکہ کچھ کام کا بتا رہا ہوں

عامر : جی بتائیے

بشیر صاحب : میں یہ کہہ رہا ہوں کہ سردیوں میں چار دن انڈے بیچ لو اس سے تم میں جو کام کی تھوڑی بہت شرم ہے وہ بھی اتر جائے گی

عامر : جی ٹھیک ہے ، انڈوں والا کام پہلے سے بہتر ہے

بشیر صاحب ؛ کل میں تمھیں دو سو انڈہ لا دوں گا

عامر : کہتا ہے ٹھہر جائیں ابھی سردی اتنی بھی نہیں ہے

بشیر صاحب؛ ٹھیک ہے ، اک ہفتے بعد تم نے یہ کام شروع کرنا ہے

عامر : یہ ٹھیک ہے تب تک میں اپنے لیے کچھ خرید لوں گا اس کے بعد وہ ایک ہفتے تک اپنے لیے سردیوں کا سامان خریدا اور جس دن پہلی بار دھند اور سردی پڑی تھی اس دن آ کر بشیر صاحب سے ملتا ہے اور بشیر صاحب سے کہتا ہے کہ وہ اسے انڈے لا کر دیں پھر وہ انہیں انڈے لا کر دیتا ہے اور وہ گھر آتا ہے اور پھر بازار اور پھر گلی محلوں میں گھوم کر کہتا ہے

"انڈے لے لو" گرم انڈے "لوگ ٹھنڈے انڈے دیتے ہیں مگر میں گرم انڈے دیتا ہوں"

ایک بزرگ انڈا خریدنے کے لیے آتا ہے اور پوچھتا ہے انڈا کتنے کا ہے ؟

عامر : آپ کے لیے صرف پندرہ روپے

بزرگ : اگر کوئی دوسرا خریدتا تو؟

عامر : اس کے لیے صرف دس روپے

بزرگ : وہ کیوں ؛؟ میرے لیے مہنگا کیوں ؟

عامر : بزرگوں کو انڈا دینا کون سا آسان کام ہے !!! ایک تو ان کے پاس تجربہ بہت ہوتا ہے اور دوسری بات جوان انڈے میں جلدی آجاتے مگر بوڑھے بہت مشکل سے انڈے میں آتے ہیں

مطلب انڈے بہت کام کھاتے ہیں

بزرگ : میں تو بہت کھاتا ہوں

عامر : آپ دکھائی بھی تو جوان ہی دے رہے ہیں ماشاء اللہ آپ کی صحت تو دیکھیے آج بھی جوانی والا حسن چہرے سے چھلک رہا ہے اور اگر خضاب سے بال کالے کیے ہوتے تو پتہ نہیں چلنا تھا کہ بزرگ ہے یہ جوان

بزرگ (ہنستے ہوئے) ہاں ہاں ، میں جوان ہی ہوں ، اور تم مجھے دس انڈے دے دو

عامر : یہ لیجیے

بزرگ اس کے بعد دو سو روپے عامر کو دیتا ہے اور جب عامر اسے بقایا دیتا ہے تو وہ لینے سے انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے آج تک میری اتنی عزت کسی نے نہیں کی جتنی آج تم نے کی ہے اس لیے یہ 50 روپے میری طرف سے انعام رکھ لو

عامر : جی بزرگو!

ویسے اتنا منافع ان انڈوں میں نہیں ہوتا جتنا منافع انڈا دینے میں ہوتا ہے اور آج کل ہمارے سیاستدان بھی وہی انڈے عوام کو دے رہے ہیں اور ہر خاص و عام اس میں پھنس جاتا ہے خاص طور نوجوانوں کو کیونکہ نوجوان جلدی انڈے لے لیتے ہیں کبھی کبھی ایک دوست بھی دوسرے دوست کو انڈا دے دیتے ہیں اور وہ انڈے انڈے میں آ کر اپنا گھر بیٹھتا ہے خیر میرا تو یہ کام ہے انڈے دینا

مطلب انڈے بیچنا تو آپ میرے انڈے میں آئیں یا نہ آئیں مگر انڈے خرید لیں (دل میں یہ سوچ رہا ہوتا ہے کہ دوسرا گاہک آجاتا ہے)

گاہک : یہ انڈہ کتنے کا ہے ؟

عامر : یہ آپ کے لیے صرف پندرہ روپے کا

خیر یہ تو ایک کام ہے جو کہ وہ اگلے دس دن تک کرتا ہے اور پھر بشیر صاحب سے ملتا ہے (فیکٹری میں) اور وہ کہتے ہیں کہ تم گھر جاؤ ثناء کو تم سے کوئی کام ہے

میں ابھی یہاں مصروف ہوں اس کے بعد عامر ثناء سے ملتا اور پوچھا کہ کیا کام ہے

ثناء : کچھ خاص نہیں ، (اور وہ اس وقت گانا سن رہی ہوتی ہے)

عامر : دیکھو میں نے تمھیں منع کیا تھا

اگر تم گانے سنتی رہو گی تو کبھی کامیاب نہیں ہو گی

ثناء : ایسا تو نہ کہو ، تمھیں پتہ ہے میرے ابو کتنے پریشان رہتے ہیں میری کامیابی کے لیے ۔ ۔

عامر : ہاں ، پتہ ہے ، مگر تم یہ ساری کامیابی ، ان مراسیوں کے گانے سننے میں برباد کرتی ہو

ثناء : معاف کر دو آج کے بعد میں کبھی گانا نہیں سنو گی

عامر : ٹھیک ہے ، اور ہمارا دین ہمیں ان فضول باتوں سے منع کرتا ہے

ثناء : ہاں پتہ ہے ۔ ۔ مگر کبھی کبھی دل کرتا ہے میرا

عامر : اک تو دل ۔ ۔ ۔ یہی سب سے بڑا مسئلہ کھڑا کرتا ہے ، خیر ، آئندہ سے احتیاط کرنا ۔ ۔

اور بتاؤ کیا کام ہے ؟

ثناء : چائے بنانے والی پڑی تھی اور کپڑے استری کرنے والے

عامر : (ہنستے ہوئے) لو جی

میں نے سوچا کہ پتہ نہیں کون سا ایسا ضروری کام ہے کہ اپ مجھے یاد کر رہی تھی

(یہ سن کر وہ ہنس پڑتی ہے)

ضروری ہی تو ہے مجھے چائے بنانی نہیں آتی اور نہ ہی کپڑے استری کرنا آتے ہیں ۔ ۔ ۔

عامر : چائے بنانا تو بالکل آسان ہے ، پانی لو ، اسے گرم کرو پھر چائے والی پتی ڈالو مناسب پھر دودھ ڈالو اور ابالو ،

ثناء : واؤ یہ تو بہت آسان ہے

عامر : ہاں مگر چائے کی مقدار کا خیال رکھنا کہیں ایسا نہ ہو گا تمہارے ہاتھوں کی بنی ہوئی چائے پی کر نشئی کو بھی دن میں تارے نظر آنے لگ جائیں

ثناء (ہنستے ہوئے) میں پتی کم ہی ڈالوں گی

عامر : اتنی بھی کم نہ رکھنا کہ مائکروسکوپ سے بھی نہ ملے

ثناء : تم تو مذاق کرنے لگے

عامر : اور نہیں تو کیا ایک تو میں بہت جلدی سے آیا کہ پتہ نہیں کیا ضروری کام اور جب یہاں آیا ہوں تو پتہ چلا کہ صرف کپڑے استری کرنے ہیں

ثناء : دراصل میں نے یہ کام کبھی نہیں کیا ہے تو میرے لیے یہ بھی پہاڑ ہیں

عامر : ہاں ، چلو ٹھیک ہے کپڑے لاؤ میں استری کر دیتا ہوں

اس کے بعد وہ کپڑے لاتی ہے اور وہ استری کر دیتا ہے

ثناء : اک بات یاد آئی

عامر : کیا بات ہے ؟

ثناء : میرے جوتے گانڈھنے والے ہیں

عامر : ابھی یہ کام تو موچی سے کروالو ابھی کل تمہارے ابو کہہ دیں گے میری بال کٹوانے والے ہیں وہ بھی کر دو

ثناء (ہنستے ہوئے) مذاق کر رہی ہوں

میں نے کل نئے کپڑے خریدے ہیں اور جوتی بھی دیکھو گے

عامر : ہاں ، بھئی

اس کے بعد وہ الماری سے کپڑے اور جوتی لا کر دکھاتی ہے اور وہ بہت خوبصورت ہوتے ہیں مگر ان کا رنگ اس کو اتنا زیادہ پسند نہیں مگر ڈیزائن بہت اچھا ہوتا ہے

ثناء : کیسے ہیں ؟

عامر : اچھا ڈیزائن ہے ، مگر رنگ بدل لو تو زیادہ بہتر رہے گا

ثناء : ہاں مجھے بھی یہ رنگ اتنا اچھا نہیں لگا مگر ابو کو پسند آئے تو میں نے لے لیا

عامر : صحیح ، کبھی اپنی پسند کی بھی کوئی چیز لے لیا کرو

ثناء : ہاں ضرور زیادہ تر میں اپنی پسند کی چیزیں خریدی ہوں

عامر : ٹھیک ہے ، کوئی اور کام تو نہیں

ثناء : ہاں ہے ، مگر یہ کام بس اپنے دل کی تسلی کے لیے ہے

عامر : کیا کام ہے ؟

ثناء : دراصل ہماری استانی کل منشیات کے بارے میں پڑھا رہی تھی تو وہ بتا رہی تھی کہ جو نشہ کرنے والے ہوتے ہیں وہ دوسروں سے الگ سوچتے ہیں جس وقت وہ نشے میں ہوتے ہیں

عامر : تمہاری استانی خود تو نشہ نہیں کرتی جو ویسے ہی باتیں کر رہی ہے یہ شاید سہ زیادہ پتی والی چائے پیتی ہو کہ جماعت میں جس کا نشہ ہو جاتا ہو

ثناء : فضول باتیں نہ کرو اور تم نے اس کا پتہ چلانا ہے کہ واقعی ایسا ہوتا ہے یا نہیں ؟

عامر : تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے تمام نشئی میرے دوست ہیں اور میں جوان سے پوچھوں گا وہ سب کچھ بتا دیں گے ۔ ۔

ثناء : میں ایسا نہیں کہہ رہی مگر تمہیں بھی پتہ ہے کہ ساہیوال کی ریلوے پٹڑی پر کئی نشئی بیٹھے ہوتے ہیں بس تم ان سے بات کرنی ہے تو تمہیں پتہ چل جائے گا اور جو تمہیں پتہ چلے وہ مجھے بتا دینا

عامر : ٹھیک ہے ، میں آج ہی پتہ کرلوں گا اوراب مجھے اجازت دیں

ثناء : ہاں ، اجازت ہے ، پھر وہ سیدھا ساہیوال والے ریلوے ٹریک پر آتا ہے اور وہاں پر ایک نشئی چرس بھی پیتا ہوتا ہے ، عامر اس کی طرف بڑھتا ہے اور پوچھتا ہے

السلام علیکم !آپ کا نام کیا ہے ؟

نشئی :نام میں کیا رکھا ہے اب تم نام پوچھ رہے ہو کل وہ نام پوچھتی تھی پر پھر وہ نام پوچھے گی پتہ نہیں ہاں میں کیا ہے ؟

میرے ابو نے جو نام رکھا ہے وہی نام ہے اور پتہ نہیں ابو کا نام کیا ہے ؟

عامر : جی آپ نے بجا فرمایا نام میں کیا رکھا ! بھائی یہ تو بتائیے کہ یہ وہ اور وہ کون ہے جو نام پوچھے گی ؟

نشئی : پہلے والی وہ ، میری معشوقہ تھی ، جو دل وجان سے مجھ سے ایک ہزار روپے وصول کرتی تھی اور بدلے میں موبائل پر باتیں کرتی تھی اور میں خوشی خوشی اسے روپیہ دے دیتا تھا اور اس طرح میری کالی ہوگئی

عامر : کیا؟

نشئی ؛قسمت کالی ہوگئی

عامر : اس نے چھوڑ دیا ؟

نشئی : ہاں ، غریب کا کوئی نہیں دنیا میں

عامر : اور بعد والی وہ کون ہے ؟

نشئی : جس کی اپنی کالی ہے

عامر : کیا کالی ہے ؟

نشئی : وردی کالی ہے

عامر : اور تم یہاں ریلوے پٹڑی پر کیوں بیٹھے ہو ؟

نشئی : ابھی ریل گاڑی آنے والی ہے اور میں نے اسے ایک ہاتھ سے اٹھا لینا ہے پھر اس کے ہر ڈبے کو اپنے ہاتھوں سے توڑ توڑ کر اس کو کباڑ میں بیچ کر اپنا قرض اتاروں گا پھر اس سے امیر بن جاؤں گا

عامر : آپ ہاتھ سے ریل گاڑی کیسے پکڑیں گے ؟

نشئی : ریل گاڑی تو بہت ہی چھوٹی چیز ہے میں تو بڑے بڑے جہازوں کو ایک انگلی پہ اٹھا سکتا ہوں مجھ میں بہت طاقت ہے

عامر : ماشاء اللہ ، وہ تو دکھائی دے رہا ہے ، چالیس کلوگرام آپ کا وزن ہے

نشئی : وزن سے کچھ نہیں ہوتا اصل طاقت دل میں ہوتی ہے دل میں

تم بھی دو کش لگاؤ ، تمھارے دل میں بھی طاقت آجائے گی

عامر : نہیں نہیں میرے دل میں پہلے ہی بہت طاقت ہے ۔ ۔مجھے اجازت دیجیے

اس کے بعد وہ اکرثناء سے ملتا ہے اور سارا واقعہ بتاتا ہے اور ثناء آگے اپنی استانی کو بتاتی ہے

(استانی واقعی صحیح کہہ رہی تھی نشئی لوگ ہماری دنیا میں رہتے ہی نہیں اس لیے جب بھی دوسرے نشہ کرنے والوں سے پوچھا جاتا ہے تو وہ یہی کہہ رہے ہوتے ہیں کہ ہم غم بھلا رہے ہیں حالانکہ وہ غم بڑھا رہے ہوتے ہیں)

اس کے بعد پھر ثناء عامر سے کہتی ہے کہ میرا اک اور کام کر دو

عامر : جی بتائیں ، پہلے تو تمھارے ابو مجھے آزما آزما کر آدھا کو چکے ہیں ، اب تمھاری باری ہے

ثناء : فضول باتیں نہ کرو اور بتاؤ مدد کرو گے یا نہیں ؟

عامر : تمھاری مدد تو میں ضرور کروں گا

اب بتاؤ کرنا کیا ہے ؟

ثناء : میں جماعت میں بیٹھی تھی کہ میری سہیلی آکر اپنی شاعری سنانے لگی تو میں نے اس سے کہہ دیا کہ تم سے زیادہ اچھی غزل تو میں نے لکھی ہے اور اس نے کہا اگر ایسی بات ہے دکھاؤ میں نے کہا کہ میں کل لے کر آؤں گی

عامر : تو تم غزل لکھ لو

ثناء : پر مجھے غزل کے وزن کا نہیں پتہ اور ساتھ میں مجھے اشعار لکھنا تو بالکل نہیں آتے

عامر (ہنستے ہوئے) دو تین کلوگرام کی غزل لکھ لو

ثناء (ہنستے ہوئے) وہ وزن نہیں ، بلکہ فقرے درست کرنے کو وزن کہتے ہیں

عامر : وہ تو مجھے بھی نہیں پتہ

اور تمھاری سہیلی کو اس کا پتہ ہے ؟

ثناء (مسکراتے ہوئے) اسے بھی نہیں پتہ

عامر : پھر تو مسئلہ ہی حل ہوگیا ، تم جو مرضی غزل لکھ لو اور اسے پڑھا دو

اور اس کی غزل غم والی تھی یا مزاحیہ

ثناء : مزاحیہ ، اور وہ مجھے اس غزل میں مذاق کر رہی تھی اس لیے ہی تو میں نے کہا میں نے بھی لکھی ہے

عامر : ایک تو اردو کے شاعروں کو بھی ایک ہی جیسی شاعری کرنے کا کیڑا تھا سوائے چند ایک کے اور انہیں پڑھ کر بہت سارے میر تقی میر غالب اور انور مسعود پیدا ہو رہے ہیں جو کہ دو چار غزلیں لکھنے کے بعد بیٹھ جاتے ہیں ، ، خیر تمھاری سہیلی کے لیے تو میں ایک غزل لکھ ہی دوں گا اور کتنے اشعار کی غزل لکھوں

ثناء : دس سے پندرہ اشعار

عامر : کوئی اور حکم ؟

ثناء : ہاں ، اس کے بعد تم نے کل ایک سروے کرنا ہے کہ کس کو کون سی سبزی پسند ہے ؟

عامر : وہ کیوں !

ثناء : یہ میری اسائنمنٹ ہے جو میڈم نے دی ہے اور تم نے اسے پورا کرنا ہے کیونکہ میں کبھی اکیلی بازار نہیں گئی اور نہ ہی میں نے کبھی کسی سے بات کی ہے

عامر : یہ تو بہت اچھی بات ہے پیاری ثناء

ثناء : پیاری ویاری چھوڑو اور غزل کی تیاری کرو

عامر : یہ تو پانچ منٹ کا کام ہے

ثناء : میں تمہیں آدھا گھنٹہ دیتی ہوں میں کھانا کھا لیتی ہوں پھر نہا لوں گی اور تم تب تک غزل لکھ لو

عامر : جی اچھا ، پھر عامر اپنی اک بے وزن مزاحیہ غزل لکھتا ہے جو کہ یہ ہے

سہیلی گر تم کو ہے مجھ سے کوئی گلا
تو دل ہی دل میں نہ تو اب بل بلا
بہت کنجوس ہے تو ، گر نہیں ہے تو
ہوٹل پہ لے کے جا کھانا کھلا بوتل پلا
سب کے سامنے مجھ کو نہ یوں تنگ کر
ورنہ اک کان پہ میں دوں گی اس کا صلہ
سچا ہے رشتہ گر میرے ساتھ تیرا
استانی سے کہہ کہ مجھے اک چھٹی دلا
پہلے ہی صاف نہیں کرتی جن کو تو
اپنا منہ کھول کر نہ مجھ کو وہ دانت دکھا
غصہ تو برداشت کر دوسروں کا بھی
ایسے ہی سب پر ہر وقت نے تو ایسے چلا
کسی نے جھوٹ بولا ہے تجھ کو یہاں
کہ تیرا چہرہ ہے ایسا جیسے کوئی پھول کھلا
میں ہوں خوش اس پہ جو ہے مجھ کو ملا
تو رہ خوش اس پہ جو ہے تجھ کو ملا
ٹوٹ جائے گا اک دن جو بنایا ہے تم نے
دیکھ دیکھ کر سبھی خوابوں کا قلعہ
چلو ہم اپنی نفرت کو کرتے ہیں اب ختم
نہ رہے تم کو گلہ اور نہ مجھے ہو تم سے گلہ

میں نے دس اشعار لکھ دیے ہیں

ثناء : آرہی ہو (پھر وہ آکر اشعار پڑھتی ہے اور بہت ہنستی ہے)

عامر؛ اور لکھ دوں

ثناء؛ نہیں بس اتنے ہی کافی ہیں اور ہاں مجھے یاد آیا پرسوں میرا مزاحیہ مقابلہ ہے تو تم کسی چیز پر مضمون لکھ دو

عامر : کس چیز پر ؟

ثناء : میرے خیال میں گدھا گاڑی پر مضمون لکھ دو

عامر : یہ گدھوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا ؟

ثناء : فضول باتیں نہ کیا کرو اور مضمون لکھنا ہے

عامر؛ کتنے جملے لکھنے ہیں ؟

ثناء؛ بس 20 سے 25 جملے لکھ دو کیونکہ وہاں پر پڑھنے کا وقت صرف تین منٹ ہو گا

عامر : یہ تو بالکل آسان ہے یہ تو میں ابھی لکھ دیتا ہوں ۔ ۔ پھر تم مجھ سے بات کرو گی ؟

ثناء : ہاں ہاں میں پھر تم سے بہت ساری باتیں کروں گی

تو ابھی میں گھر کی صفائی کر لوں اور تم مضمون لکھو

عامر اس کے بعد گدھا گاڑی پر مضمون لکھنا شروع کر دیتا ہے

گدھا گاڑی

جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ گدھا اور گاڑی یہ ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہیں ۔ ۔ ہم ان میں کچھ مشابہت ضرور ہے جیسا کہ گدھے کی چار ٹانگیں ہوتی ہیں اور گاڑی کے چار ٹائر ہوتے ہیں ۔ ۔ کچھ گدھے گاڑیوں پر بھی سفر کرتے ہیں مگر گاڑیاں گدوں پر سفر نہیں کر سکتی ۔ ۔ گاڑی پٹرول یا سی این جی سے چلتی ہے مگر گدھا گھاس کھا کر چلتا ہے ۔ ۔ گدھے پر جتنا مرضی غصہ نکال لو مگر کوئی کچھ نہیں کہتا ۔ ۔ اگر گاڑی پر غصہ نکالا جائے تو دیکھنے والے گدھا بولتے ہیں گاڑی کو نہیں بلکہ غصہ نکالنے والے کو ۔ ۔ گاڑی پنکچر ہو جاتی ہے مگر گدھا پنکچر نہیں ہوتا ۔ ۔ گاڑی کو سگنل دیکھ کر پار کرنا پڑتا ہے مگر گدھا اگر اکیلا جا رہا ہو تو اسے سگنل یا پولیس کی کوئی پرواہ نہیں بلکہ وہ عام لوگوں میں رکنا اپنی توہین سمجھتا ہے ۔ ۔ اس لیے وہ سگنل ہمیشہ ہی توڑتا ہے ۔ ۔ گاڑی پہ بارات جائے تو اتنے لوگ جمع نہیں ہوتے دیکھنے والے ۔ ۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں ایک تو گاڑی پر بارات سارے ہی لے جاتے ہیں دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ گاڑی تیز ہوتی ہے اس لیے عوام الناس رک کر شادی کا مزہ نہیں لے سکتے ۔ ۔ بہ نسبت اگر گدھے پر گدھا بیٹھا ہو وہ میرا مطلب گدھے پر دولہا بیٹھا ہو تو زیادہ لوگ مزہ لے سکتے ہیں ۔ ۔ گاڑی دھواں چھوڑتی ہے جو کہ ماحول کو نقصان پہنچاتا ہے مگر اس کی نسبت گدھے کا فضلہ دیہاتی خواتین ڈھونڈ رہی ہوتی ہیں تاکہ وہ ان کو مٹی میں ملا کر اپنے گھر کو لگا سکیں ۔ ۔ اس لحاظ سے گاڑی سے زیادہ گدھوں کی عزت ہے ۔ ۔ کیونکہ اس کا فضلہ بھی استعمال کیا جاتا ہے ۔ ۔ گاڑی کا چالان ہو جاتا ہے مگر گدھے کا کوئی چالان نہیں ۔ ۔ گاڑی چلانے کے لیے ڈرائیونگ لائسنس ہونا چاہیے مگر گدھے پر جاتے ہوئے سوار سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ اس کے پاس لائسنس ہے یا نہیں ۔ ۔ گاڑی چلاتے وقت بریک کے اشارہ کا خاص خیال رکھا جاتا ہے مگر گدھے کی کوئی بریک نہیں ہوتی ۔ ۔ گدھے اور گاڑی میں سے کس کی عزت زیادہ ہے ؟ اس بات پر کمہاروں اور سائنس دانوں کا آج تک اختلاف ہے ۔ ۔ اس لیے سائنس کا آج تک اس پر کوئی قانون نہیں بن سکتا

پھر عامر ثناء کو بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ مضمون لکھا گیا

ثناء : بس اک منٹ میں آئی (پھر ثناء آتی ہے اور دیکھتی ہے اور پڑھ پڑھ کر بہت ہنستی ہے)

عامر : تو بتائیں، آپ کے ہاتھوں پہ کب مہندی سجائیں ؟

ثناء : مجھے مہندی لگانا اچھا نہیں لگتا

عامر : کیوں ؟

ثناء : میں بچپن سے ہی مہندی نہیں لگاتی

عامر : اچھا، اور، تم شلوار قمیص بھی نہیں پہنتی ہو بلکہ ٹراوزر پہنتی ہو

ثناء : ہاں، ٹراوزر زیادہ تر، مگر شلوار قمیص بھی پہنتی ہوں

عامر : زیادہ تر شلوار قمیص پہنا کرو، اگر گھر پہ ہو تو پھر ٹراوزر وغیرہ کبھی کبھار پہن لیا کرو

ثناء : ہاں، مجھے سمجھایا بھی کرو میں اسلام کے بارے میں اتنا نہیں جانتی

عامر : وہ بھی سمجھا دوں گا

ابھی باتیں کر رہے ہوتے ہیں کہ بشیر صاحب کا فون آ جاتا ہے اور وہ کہتا ہے

عامر بیٹا، آج گھر پہ کچھ کام ہے لہذا گھر ہی رہنا۔۔ رمضان شادی پہ گیا ہے اور تم نے آج شام کو گائے کا دودھ دھونا ہے

اس کے بعد عامر ثناء سے اجازت طلب کرتا ہے اور ڈیری فارم جاتا ہے (جو گھر سے دو ایکڑ دور ہوتا ہے)، وہاں پر 12 گائے کھڑی ہوتی ہے جنہیں دیکھتے ہی اس کا ذہن گھومنے لگتا ہے مگر اب تو دودھ دھونا ہی پڑے گا۔۔ کہنے کو وہ ڈیری فارم ہے۔۔ مگر اس سے بہتر کتا فارم ہوتا۔۔ نہ کوئی گائے باندھی ہوتی ہے اور نہ ہی چارہ ڈالنے کی کوئی جگہ وہاں پر موجود ہوتی ہے۔۔ گائے کا گوبر ہر جگہ پڑا ہوتا ہے جن سے وہاں پر موجود مچھر نشونما پارہ ہوتا ہے تاکہ آنے والے وقت میں جو آبادی بڑھ رہی ہے اور گورمنٹ اسے فیملی پلاننگ کے ذریعے سے روکنے میں ناکام ہے اسے قابو کر سکے اس لحاظ سے بشیر صاحب گورنمنٹ کی غائبانہ امداد کر رہے ہوتے ہیں اب گورنمنٹ ان کو اس بات کا صلہ دے یا نہ دے یہ بعد کی بات ہے پر وہ بات پہلے کر لیں وہاں پر گائے کا دودھ دھونے کے لیے ٹانگیں باندھنا بھی ضروری تھی عامر کی نہیں بلکہ گائے کی ٹانگیں اور اس کے لیے کوئی سی چار پانچ چھوٹی چھوٹی رسیاں بھی موجود ہوتی ہیں پھر وہ ڈیری فارم میں داخل ہو جاتا ہے اور بالٹی میں تھوڑا سا پانی لے کر ایک گائے کے قریب ہو جاتا ہے

اور اس کی ٹانگیں باندھ کر دودھ دھونا شروع کر دیتا ہے۔۔ جبکہ پیچھے سے ایک معصوم سی گائے آتی ہے جو یہ سمجھتی ہے کہ شاید یہ صبح نہا کر نہیں آیا اور اپنے گرم اور تازہ پانی کو اس کے سر پر نچھاور کر دیتی ہے۔۔ اور اس طرح وہ ایک دم تازہ ہو جاتا ہے۔۔ دوسری گائے یہ سوچتی ہے کہ وہ بھی خدمت خلق سے پیچھے کیوں رہے؟ تو وہ اپنی دم سے عامر کے بالوں کو سہلانا شروع کر دیتی ہے۔۔ اس حالت میں وہ چند گائے کا دودھ دھوتا ہے کہ ایک بچھڑا نہ جانے کہاں سے شرارتیں کرتا ہوا وہاں پر پہنچتا ہے اور گائے کے گوبر سے اس کے جسم کی صفائی کرنے میں کافی مدد کرتا ہے۔۔ اگر اس حالت کو مجنوں بھی دیکھ لیتا جو اس وقت عامر کی تھی تو وہ بھی اس کا شاگرد بن جاتا۔۔ گائے کا دودھ دھوتے دھوتے اس کو شام سے عشاء ہو جاتی ہے مگر بالاخر دودھ دھو کر ہی باہر آتا ہے۔۔ اندھیرے کا کم از کم یہ فائدہ تو ہوتا ہے کہ اسے رات کو کوئی نہیں دیکھ سکتا اس طرح کچھ عزت بچ جاتی ہے۔۔ اور پھر وہ نہا دھو کر جلدی سے دوبارہ ثناء سے ملنے گھر جاتا ہے کیونکہ اگلے دن سروے پہ بھی جانا ہوتا ہے اور وہ جاتے ہوئے راستے میں سے ایک مائک بھی خریدتا ہے اور ایک سپیکر تاکہ سروے کرتے ہوئے اس کو آواز سنائی دے اور وہ اس سے جائزہ لا سکے کتنے لوگوں کو کون سی سبزی پسند ہے اس کے لیے صبح کا وقت کا انتخاب کرتا ہے اور سبزی منڈی والی جگہ پر پہنچ جاتا ہے کیونکہ وہاں پر بہت سارے لوگ صبح صبح جمع ہوتے ہیں سبزی خریدنے کے لیے اور وہ لوگوں کا سروے کرنا شروع کر دیتا ہے منڈی میں ہر قاسم وہاں موجود ہوتا ہے سو وہ سب سے پہلے ایک بزرگ سے پوچھتا ہے

عامر : السلام علیکم

بزرگ : وعلیکم السلام

عامر : جی بزرگو! میں نے آپ سے پوچھنا تھا کہ آپ کو کونسی سبزی پسند ہے؟

بزرگ : جو بھی سستی ہو مجھے پسند ہے۔۔

عامر : اک دوسرے شخص سے پوچھتا ہے

آپ کو کونسی سبزی پسند ہے ؟

شخص ؛جو بھی مل جائے

پھر وہ اک دکاندار سے پوچھتا ہے

آپ کو کونسی سبزی پسند ہے ؟

دکاندار : وہ سبزی جو کم روپوں میں خریدوں اور زیادہ روپوں میں فروخت ہو

عامر (اک خاتون سے) وہی سوال کرتا ہے

خاتون ؛مفت ملے تو سبھی پسند ہیں اور خریدنا پڑے تو کوئی بھی نہیں

عامر (اک نوجوان سے) وہی سوال کرتا ہے

نوجوان ؛جو سبزی مجھے پسند ہے وہ میری امی کو نہیں اور جو انھیں پسند ہے وہ مجھ نہیں

عامر (اک لڑکی سے) وہی سوال کرتا ہے

لڑکی :مجھے بھنڈی توری پسند ہے

عامر : اسے پسند کرنے کی وجہ ؟

لڑکی : کیوں کہ یہ میری انگلی کی طرح لمبی ہوتی ہے

عامر (دوسرے بندے سے) وہی سوال

بندہ :مجھے آلو بہت پسند ہیں

عامر : اس کی وجہ ؟

بندہ : کیوں کہ میں کاشتکار ہوں اور آلو مجھے منافع دیتے ہیں

عامر (اک عورت سے) کونسی سبزی پسند ہے ؟

عورت :مجھے تو بینگن پسند ہیں مگر میری اولاد کو کدو۔۔

عامر : آپ کو بینگن کیوں پسند ہیں ؟

عورت : اس کا رنگ کالا ہوتا ہے اور میری بہو کا بھی رنگ اس جیسا ہے اس لیے جب میں بینگن پکاتی ہوں تو یہ سوچتی ہوں کہ میں اپنی بہو کو جلا رہی ہوں

عامر (اک بچے سے) کونسی سبزی پسند ہے ؟

بچہ :مجھے گاجر بہت پسند ہے

عامر : وہ کیوں ؟

بچہ ؛کیونکہ گاجر کو کچا بھی کھا سکتے ہیں اور جب بھی میری امی گاجریں خریدتی ہے تو میں انہیں کچا کھا لیتا ہوں

عامر (چھوٹی بچی سے) کونسی سبزی پسند ہے ننھی شہزادی ؟

بچی :مجھے ٹماٹر پسند ہیں

عامر : شہزادی وہ پھل ہے

پھر اک بوڑھی عورت سے ،

بوڑھی اماں ؛جوانی میں تو مجھے گو بھی پسند تھی مگر اب پالک پسند کرتی ہوں

عامر : اب پالک کیوں ؟

اماں : کیوں کہ اب منہ میں دانت نہیں ہیں

عامر (اک استاد سے) وہی سوال

استاد : بیٹا میں اپنی شاگردوں کو کہتا ہوں کہ تمام سبزیاں کھانی چاہیے کیونکہ ان میں غذائیت ہوتی ہے اگر میں بتاتا ہوں کہ کون سی سبزی مجھے پسند ہے تو میرے شاگردوں پہ اس کا برااثر پڑے گا

(وہ دل میں سوچتا ہے کہ ایسا تو بہت ہی کم ہوتا ہے کہ شاگرد استاد کی ہر بات مانتے ہوں خیر اگر یہ اپنے دل میں خوش ہورہے ہیں تو انہیں پریشان کیا کرنا)

پھر اک نشئ سے وہی سوال

منشی :مجھے شلجم اور توری پسند ہے

عامر : وہ کیوں ؟

نشئ : کیوں کہ یہ نام میں نے اپنی سالیوں کے رکھے ہوئے ہیں

عامر : آپ مولی اور توری رکھ لیتے یہ زیادہ بہتر تھا

نشئ : نہیں ، یہ زیادہ بہتر ہیں

عامر (آخری شخص سے) آپ کو کونسی سبزی پسند ہے ؟

وہ شخص :مجھے پیاز اور دھنیا پسند ہے

عامر : وہ کیوں !

وہ شخص : کیوں کہ وہ ہر سبزی میں استعمال ہوسکتے ہیں

اس طرح اس کا سروے ختم ہوجاتا ہے اور وہ اس کا تجزیہ آگے سنا دیتا ہے ، وہ اسے جماعت میں پیش کر دیتی ہے مگر دوسرے دن پھر اس کا میسج آجاتا ہے کہ تمہاری ضرورت ہے

تمہاری ضرورت ہے

عامر : جی بتائیں ، ج پھر میری ضرورت ؟

ثناء : ہاں ، ہاں دراصل میری ایک دوست تھوڑا بہت تصویریں بنالیتی ہے (ڈرائنگ ، پینٹنگ)

عامر :

تو تم نے بھی کوئی تصویر بنانی ہے ؟

پر میں نے تو کبھی پینٹنگ نہیں کی ، میری پینٹنگ کی اس سے سمجھ نہیں آئے گی

ثناء :اس کی پینٹنگ کی بھی کسی کو سمجھ نہیں آتی وہ بھی کوئی ماسٹر نہیں ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم اس سے بہتر بنا لو گے

عامر : پینٹنگ گھر پہ بناؤں یا تمہارے پاس آجاؤں ؟

ثناء : پینٹنگ گھر پر بنالو پھر مجھے آکر دے دینا

عامر : جی ٹھیک ہے

اس کے بعد جب وہ بازار میں سے سٹیشنری لیتا ہے اور اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے پینٹنگ بنانا شروع کر دیتا ہے۔۔۔ وہ تقریبا چھ گھنٹوں تک اپنا سر مارتا ہے اور پھر جا کر ایک جانور کی تصویر بناتا ہے اور اس کے ساتھ جنگل کا ماحول اور وہ پینٹنگ اگلے دن جا کر اسے دے دیتا ہے

ثناء: یہ کس جانور کی تصویر ہے؟

عامر: اس سے جماعت میں لے جاؤ طالبہ سمجھ جائیں گی

اس کے اگلے دن وہ پینٹنگ لے کر جماعت میں جاتی اور اپنی سہیلی کو دکھاتی ہے پہلی سہیلی دیکھتے ہی واؤ کتنا پیارا کتا بنا ہوا ہے اس کی دم تو دیکھو بالکل شیر جیسی ہے

ثناء: ہاں وہ تو ہے۔۔۔ اس کے بعد اپنی دوسری سہیلی کو دکھاتی ہے

دوسری سہیلی: واہ

گیدڑ کی تصویر کتنی پیاری ہے دیکھو دم تو بالکل شیر جیسی ہے مگر جسامت تھوڑی کتے سے ملتی ہے بہر حال تم نے بہت اچھی پینٹنگ بنائی پہلی بار اتنا ٹیلنٹ کمال ہے!!

پھر تیسری سہیلی کو دکھاتی ہے

تیسری سہیلی: واہ! بہت خوب

تم نے یہ ہاتھی کے بچے کی تصویر بہت کمال کی بنائی ہے مگر اس کے ساتھ اگر اس کے والدین بھی کھڑے ہوتے تو بہت مزہ آ جاتا تصویر میں تو دیکھو کیسے شیطان میری طرف دیکھ رہا ہے

اسی طرح چوتھی سہیلی

واہ! اتنا معصوم سا چہرہ اور موٹی موٹی ٹانگیں ایسا گدھا تو کمہاروں کے پاس بھی نہیں ہوگا ایسا گدھا اگر میرے پاس ہوتا تو میں اس کے دن رات خدمت کرتی پھر اس سہیلی کو تصویر دکھاتی ہے جو خود پینٹنگ کرتی ہے

وہ سہیلی: تم نے تو کمال کر دیا اتنی اچھی شیر کی تصویر بنائی ہے کہ ایسی تو مجھ سے بھی نہیں بنتی اتنے میں پچھلی سہیلیاں آ جاتی ہیں کوئی کہہ رہی تھی کہ گدھے کی تصویر ہے کوئی ہاتھی کی کوئی گیدڑ کی مگر یہ والی ان کو غلط ثابت کرتے ہوئے کہتی ہے

پینٹنگ تم کرتی ہو یا میں؟

یہ شیر کی پینٹنگ ہے اس کے دم دیکھو اور یہ اوپر سے کالے رنگ کی دھاریاں اور بال اور پیچھے دیکھو جنگل کا ماحول ہے اور جنگل کا بادشاہ شیر ہوتا ہے اس لیے یہ شیر کی تصویر ہی ہے اور ساتھ دیکھو کہ وہ کچھ نہیں کھا رہا اگر گدھا ہوتا تو گھاس آگے بنائی جاتی کیونکہ گدھا گھاس کھاتا ہے اور گیدڑ یہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اس کی دم دیکھو باہر کی طرف بنائی گئی ہے گیدڑ کی دم اندر کی طرف بنائی جاتی ہے کیونکہ گیدڑ ہمیشہ ڈرا ہوا رہتا ہے اور ہاتھی کا بچہ تو یہ قطعا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی جسامت تو دیکھو کمزور سے کمزور ہاتھی کا بچہ بھی اس سے موٹا ہوگا اور یہ کتا کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ دم نیچے کی طرف ہے اور کتے کے جسم پر کالے رنگ کی دھاریاں نہیں ہوتی (ساتھ میں زرد رنگ بھی تھوڑا تھوڑا بھرا ہوتا ہے) جیسے غور سے دیکھنے کے بعد وہ کہتی ہے دیکھو تم سب تو اندھی ہو اس میں غور سے دیکھو ہلکا کا زرد رنگ بھی بھرا ہوا ہے اور پیلا رنگ اور کالی داریاں صرف شیر کی ہی ہوتی ہیں تو یہ شیر ہی ہے اور تمام سہلیاں

چلو ہم ثناء سے پوچھ لیتی ہیں

بتاؤ ثناء کس کی تصویر ہے ؟

(ثناء کو خود نہیں پتہ ہوتا مگر جتنے دلائل شیر والی سہیلی دے چکی ہوتی ہے اس کو تسلیم کرنے میں ہی بھلائی ہے)

اگر وہ کہتی ہے کہ شے نہیں ہے تو اس کے پاس بھی کوئی دوسرا جانور ثابت کرنے کی دلیل نہیں تھی اس لیے اس نے بھی اس کی طرف داری کرنے میں اپنی بھلائی سمجھی اور کہتی ہے ۔ ۔

یہ شیر کی تصویر ہی میں نے بنائی تھی میں تو تم سب کو دیکھ رہی تھی کہ کس میں کتنا ٹیلنٹ ہے ؟ مگر اس سہیلی نے پہچان لیا اور میں اس بات سے بہت خوش ہوں وہ سہیلی یہ سن کر پھولی نہیں سمائی اور فوراً کہتی ہے آج دوپہر کا کھانا سب سہیلیوں کو میری طرف سے سہیلیاں کھانے کا نام سن کر خوش ہو جاتی ہیں دوپہر کھانے کے بعد جب وہ واپس آ کر عامر سے ملتی ہے تو پوچھتی ہے پینٹنگ کس جانور کی تھی ؟

عامر؛ مجھے تو خود سمجھ نہیں آیا کہ کونسا جانور بن گیا ہے

ثناء (ہنستے ہوئے) مجھے بھی سمجھ نہیں آیا مگر تمہاری بنی تصویر کو شیر کا خطاب مل گیا

(اس کے بعد وہ دونوں ہنسنے لگتے ہیں)

عامر : میرے لائق کوئی اور کام ہو تو میں حاضر

ثناء : ٹھیک ہے پر ابھی تمہیں اجازت ہے

پھر وہ اپنے گھر چلا جاتا ہے اور گھر کے کام میں مصروف ہو جاتا ہے اور ایک ہفتے بعد بشیر صاحب کا فون آتا ہے اور وہ کہتے ہیں

یار میں نے میلاد رکھا تھا اور اس میں دو دن رہ گئے ہیں

عامر : یہ تو بہت اچھی بات ہے ، میں بھی آ جاؤں ؟

بشیر صاحب؛ تم نے تو ضرور آنا ہے بلکہ تم ہی مہمان خصوصی ہو

عامر : آپ کی اس عزت افزائی کا بہت شکریہ !!

بشیر صاحب : کوئی بات نہیں مگر پوری بات تو سن لو

عامر : جی جی حکم کیجیے

بشیر صاحب : میلاد کے لیے جو ہم نے خطیب بلانا تھا وہ بیمار ہو گیا ہے اور کسی دوسرے خطیب کا انتظام بھی نہیں ہو سکا اس لیے تم نے وہاں پر آ کر تقریر کرنی ہے

عامر : کیا (حیرانی سے) اب پتہ چلا کہ مہمان خصوصی ، کیوں ہوں !

میں نے کبھی تقریر نہیں کی ، تین لوگوں کے سامنے بیٹھنے سے ، تو میری ٹانگیں کانپنا شروع ہو جاتی ہیں ، اور جلسے کے سامنے !! ناممکن

بشیر صاحب : بیٹا مجبوری ہے تقریر تو تمہیں کرنی پڑے گی ورنہ میری بے عزتی ہو جائے گی کیونکہ میں نے میلاد رکھا ہے اور لوگوں کو دور دور سے بلایا بھی ہے اس لیے تقریر تو تمہیں کرنی پڑے گی

عامر : جی آپ کی عزت کا سوال ہے تو ٹھیک ہو گیا، آپ کی عزت میری عزت ، میری عزت آپ کے پاس

بشیر صاحب : اب تم لفظوں کو مت گھماؤ

اور تقریر کی تیاری کرو

عامر : جی ٹھیک ہو گیا

اس کے بعد وہ بازار سے جا کر ایک سپیکر اور مائیک لے کر آتا ہے تاکہ سپیکر میں سے کیسے بولا جائے اس کا پتہ چل جائے اس کے بعد وہ اعمال کے فضائل کی کتاب لیتا ہے اور اسے پڑھتا ہے پھر نماز روزے کی فضیلت والی کوئی دو کتابیں پڑھتا ہے اور سپیکر اپنے مکان کی چھت پر رکھ کر اس میں الفاظ کے ستار چڑھاؤ کی مشق کرتا ہے اور اپنے گھر والوں کو جگانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور دو چار ماں کی فضیلت کے قصے پڑھ لیتا تھا کہ کوئی ماں کی شان بیان کرنے کو کہے تو وہ بیان کر سکے ماں کی شان تو عامر صفحے پر لکھ کر لے جاتے ہیں کیونکہ تقریر میں بھول بھی سکتی ہے ۔ ۔

اس طرح کرتے کراتے وقت گزر جاتا ہے میلاد کا وقت تین بجے کا رکھا ہوتا ہے اور اس وقت تک تمام لوگ وہاں پر آ چکے ہوتے ہیں اور نقابت کے لیے ناظم حسین کو بلایا ہوتا ہے جس کا کام صرف خطیب کی حوصلہ افزائی ہوتا ہے عامر سر پر عمامہ باندھ کر اپنی کار لے کر جیسے ہی وہاں پر پہنچتا ہے اور اپنی گاڑی کا دروازہ کھولتا تو لوگ عامر پر پھولوں کی برسات کرنا شروع کر دیتے ہیں کوئی اس کے ہاتھ چوم رہا ہوتا کوئی چہرہ

وہ دل میں خیال کرتا ہے کہ یار جتنی عزت اس طرف ہے اتنی کسی اور طرف نہیں ، سکول والے تو اپنے استاد کے ہاتھ چومنا پسند ہی نہیں کرتے ، یہاں دیکھو!!

خیر آگے بڑھنا شروع ہوتا ہے عامر کی ٹانگیں خوف کی وجہ سے کانپ رہی ہوتی ہیں اور نقابت والے ناظم حسین دیکھتے ہی

"" وہ آ رہے ہیں مفکر اسلام سرمایہ اہل سنت فاتح عیسائیت استاذ الحفاظ شیر اسلام حضرت علامہ مولانا (جب تک اتنے خطاب دیے جاتے ہیں تو وہ اپنے ارد گرد دیکھنا شروع ہو جاتا ہے کہ شاید اصلی خطیب آ گیا) مگر جیسے ہی ناظم صاحب کہتے ہیں "عامر ثقلین" سہروردی نقشبندی چشتی قادری ہم سے خطاب فرمانے (تب جا کر اس کو پتہ چلتا ہے کہ یہ میرا ہی کہہ رہا ہے اور مجھے ہی یہ خطابات دیے جا رہے ہیں اور اگر اب کچھ غلط کہہ دیا تو جتنی عزت کر رہے ہیں اس سے دوگنا بے عزتی ہو گی اس وجہ سے اس کی ٹانگیں اور زیادہ گنتی کرنا شروع کر دیتی ہیں)

پھر ناظم شروع ہو جاتے ہیں

علامہ عامر صاحب ، بہت ہی سادہ ہیں ہر وقت خوف خدا اپنے دل میں رکھتے ہیں اور اس خوف کی وجہ سے اکثر کانپنا شروع ہو جاتے ہیں آخرت کا خوف دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور آپ کی جسمانی حالت دیکھ کر یہی لگتا ہے کہ آپ اکثر روزہ رکھتے ہیں مگر آج بہت مشکل سے انہیں یہاں پر لے کر آئے ہیں ، یہ تقاریر نہیں کرتے ، ہر وقت بس خوف خدا میں مصروف ہوتے ہیں ۔ ۔ یہ تو بشیر صاحب کے جاننے والے ہیں اس لیے آج یہاں پر تشریف لائے ہیں ورنہ ان کو دنیا کے نام سے کیا مطلب (ایک شکریہ کہ میلاد وہاں پر منعقد کیا جاتا ہے جہاں پر اس کو کوئی جاننے والا نہیں ہوتا اس لیے کچھ عزت بچنے کا امکان بھی ہے)

اسی طرح ناظم صاحب اسے خطابات دیتے ہوئے سٹیج پر بلاتے ہیں اور عامر نے تقریر کے لیے دو سے تین ورق جیب میں رکھے ہوتے ہیں جو کہ اک گھنٹے کی تقریر کے لیے کافی ہوتے ہیں اور دل میں سوچتا ہے کہ ج عزت بچانے ہے اپنی بھی اور بشیر صاحب کی بھی۔ ۔

اس لیے اوراق کو جیب سے نکال کر اپنے سامنے رکھ لیتا ہے اور ابتدائی دعا کے بعد عامر کہتا ہے سب سے پہلے تو میں شکر گزار ہوں یہاں کی عوام کا جو یہاں پر تشریف لائی"

عامر کا اتنا ہی کہنا ہوتا ہے کہ ناظم حسین پھر سے شروع

"دیکھیے سادگی دوسرے خطیب آکر پہلے جلسہ کروانے والے کا شکریہ ادا کرتے ہیں مگر آپ، آپ کو عوام الناس کی کتنی فکر ہے اپ کے لیے کوئی خاص نہیں کوئی عام نہیں سب برابر ہیں اسے کہتے ہیں خوف خدا،

تو اسی بات پر،

نعرہ تکبیر، نعرہ رسالت

عامر (اس کے بعد) اس کے بعد میں شکر گزار ہوں بشیر صاحب کا اور میرے پیارے دوست جنھوں نے میری اتنی حوصلہ افزائی کی یہ مجھ سے افضل ہیں اور وہ ہیں ہمارے ناظم بھائی،

ناظم اپنی تعریف سن کر

دیکھیے آپ کے ساتھ، میں نے دوسرے خطیبوں کی بھی نقابت کی ہے مگر آپ جیسا سچا مخلص اور کوئی نہیں آپ کی ہر بات دل کو چھو لیتی ہے

اس کے بعد وہی ماں کی شان بیان کرتا ہے. جس کو ہر خطیب نے رٹا لگایا ہوا ہوتا اور چند جملے نماز کے بارے میں کہ لوگوں کو نماز پڑھنی چاہیے لیکن تقریر میں اشعار نہیں کہتا،، اس پر بھی ناظم بہت تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کا اصل مقصد لوگوں کے دلوں میں ماں کی شان اجاگر کرنا ہے اشعار تو کوئی بھی پڑھ سکتا ہے اس طرح امر وہ دو تین اوراق ہو بہو لکھے ہوئے پڑھ دیتا ہے اور اس میں کوئی غلطی نہیں ہوتی کیونکہ وہ سارا کچھ کتاب سے دیکھ کر لکھا ہوتا ہے اور جیسے ہی اوراق ختم،، تو اس کی تقریر بھی ختم،، اور ناظم حسین نعرہ تکبیر نعرہ رسالت نعرہ تحقیق کہتے ہوئے،، ساتھ میں بشیر صاحب اٹھ کر عامر کا ہاتھ پکڑتے ہوئے گاڑی تک اسے چھوڑ آتے ہیں۔ ۔ ۔ اور وہ وہاں سے روانہ ہو جاتا ہے اور بشیر صاحب نے لنگر کا انتظام کیا ہوتا ہے وہ عوام الناس کو کھلایا جاتا ہے. جس کے بعد سبھی اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں اس طرح بشیر صاحب کی عزت رہ جاتی ہے اور عامر کی بھی۔ ۔

دو تین دن کے بعد ثنا کا میسج آتا ہے کہ میرے پاس موبائل نہیں اور ابو ابھی لے کر بھی نہیں دے رہے ۔ ۔ اور انہوں نے کہا کہ اگلے ہفتے موبائل لے کر دیں گے اس لیے مجھے ایک بولنے والا طوطا کہیں سے لا دو

عامر : کوئی بات نہیں میرے ایک دوست کے پاس بولنے والا تو ہوتا ہے میں میں تمہیں لا کر دے دوں گا ۔ ۔ اور کوئی کام ؟

ثناء : ہاں ، اک اور کام بھی ہے

میری استانی نے کام لیا کہ تمام طالبات نے پاگلوں کا رویہ بیان کرنا ہے خود دیا کر ان سے مل کر ان کا رویہ دیکھنا ہے ان سے بات کرنی تا کہ پتہ چلے کہ وہ کس طرح سے پیش آتے ہیں ؟

عامر : اچھا تو میرے لائق کیا کام ہے ؟

ثناء : میں تو لڑکی ہوں پاگلوں کے ہسپتال جا نہیں سکتی اس لیے اگر تم مجھ پر ایک احسان کر دو

عامر : کھل کر بات کرو ، شرما کیوں رہی ہو؟

ثناء : تم اگر پاگل کھانے میں تین راتیں گزار کر مجھے معلومات اکٹھی کر دو تو میری تھوڑی سی جماعت میں حوصلہ افزائی ہو جائے گی کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ باقی طالبات نے نہیں جانا

عامر : جی ٹھیک ہے (اب جس سے پیار ہو اور وہی کام کہہ دے تو کرنا ہی پڑتا ہے خواہ اس کے لیے پاگل ہی کیوں نہ بننا پڑے) مگر عامر کو پاگل کھانے والے ڈاکٹر جانتے ہوتے ہیں اور وہ ان سے جا کر بات کرتا ہے کہ میں نے یہاں پر پاگلوں کے ساتھ تین راتیں گزارنی ہیں اور تین دن اگر آپ اجازت دیں

ڈاکٹر : کوئی بات نہیں

اس کے بعد وہ اگلے دن پاگل خانے پہنچ جاتا ہے اور اسے پاگلوں کے ساتھ کمرے میں داخل کر دیے جاتا ہے

ان پاگلوں میں اک صغیر ، اک ساجد ، اک شہزاد ، اک منیب ، اک ثاقب ہوتا ہے

ساجد : مجھے فضا مل جاتی ، میں فضا کو سائیکل پر لے جاتا ، فضا میری ماں ہے ، فضا میری بہن ہے فضا میری دوست ہے ، فضا میری ممی ہے ، فضا میں تمہیں اپنی بہو بنا کر رکھوں گا ، مجھے ایک بار مل جاؤ ، فضا تم میری سانس ہو

صغیر : اگر میں جنوب میں رہتا تو سورج مغرب سے نکلتا اگر میں مشرق میں رہتا تو سورج شمال سے نکلتا مگر آج کل تو سورج رات کو نکل رہا ہے مجھے سمجھ نہیں آرہی کس سمت سے نکلتا ہے ؟ کیونکہ رات کو اندھیرے کی وجہ سے مجھے سورج دکھائی نہیں دیتا یہ کہ سورج میرے گھر پہ نکلتا ہوتا ہے مگر وہ سورج بٹن سے بند ہو جاتا ہے ایک ماں کہہ رہی تھی کہ یہ میرا چاند ہے اس چاند کی وجہ سے سورج نہیں نکلتا ۔ ۔ میں نے سائنس کا تجربہ کر کے ثابت کرنا ہے کہ سورج رات کے نو بجے نکلتا ہے کبھی سورج میرے ہاتھ سے نکلتا ہے کبھی پاؤں سے

شہزاد : بارش میرے محبوب کے غم میں ہوتی ہے دکاندار نے چیزیں مہنگی کر دی ہیں ہر طرف گھی ہی گھی ہے

کوئی نہر کوئی کھال نظر آتا ہے

یہ مہینہ سال نظر آتا ہے

گر انجمن کی شادی سلطان راہی سے ہو جاتی تو شان فلموں میں کام نہ کرتا ، وعدہ نہ ہوتا تو بارش کیسے ہوتی ؟

ان بارشوں سے دوستی اچھی نہیں شہزاد

کچا یہ ہسپتال ہے کچھ تو خیال کر

آج کل پولیس والے بٹیر پر گولیاں چلا رہے ہیں

ثاقب : ملک کا وزیر اعظم مجھ سے ہر رات ملتا ہے وہ ایک اچھا موچی ہے جتنے بھی کپڑے ہیں وہی سلائی کرتا ہے ، کل میں اس کے پاس موبائل لے کر گیا تھا اور اس نے آلو بیچنے والی ریڑی لگائی ہوئی تھی ۔ ۔ جتنی بھی منگائی ہوئی ہے اس میں وزیر اعظم کا صرف پاؤں ہے ، ہاتھ تو سبھی کے ہیں ۔ ۔ مولی گاجر پلاسٹک چوکر ہر کوئی وزیر اعظم ہے دنیا میں ، نتھو کسائی ، تیلی ، ماچی یہ سارے وزیر اعظم ہیں ۔ ۔ میرا دوست بھی وزیر اعظم مجھے اچھے کھانے پکا کر دیتا ہے

منیب : ڈاکٹر کی ایسی کی تیسی میں خود ڈاکٹر ہوں میں نے ٹی ایچ ڈی کی ہے اور اب میں ڈبلیو ایچ ڈی کرنے والا ہوں ۔ اگر پانی میں چائے ملا دو تو کھیر بن جاتی ہے ۔ ۔ جتنے بھی ڈاکٹر ہیں یہ میرے شاگرد ہیں ۔ ۔ کان کے درد کے لیے انجبار سیرپ ، معدے میں تنکلیف کے لیے نیلا تھوتھا دینا چاہیے ۔ ۔ ٹیکے کو سرنج کے بغیر لگانا چاہیے ۔ ۔ اگر رات کو نیند نہ آنے ائے تو پون سٹان کی گولی کھانی چاہیے ۔ ۔ ان دیواروں کو اگر میں دوائی دوں تو یہ ٹوٹ جائیں گی ان دیواروں کی معدے جگر میں خرابی ہے ۔ ۔ چوکیدار کی بندوق میں خرابی ہے ۔ ۔ انسپیکٹر کو صرف دینا چاہیے ۔ ۔ وہ اس طرح تین راتیں وہاں پر گزارتا ہے اور اسے ہر پاگل اپنی اپنی داستان سناتا ہے اور اسے تجربہ ہو جاتا ہے کہ تمام پاگل اپنی بات کو کبھی نہیں بھولتے

اور اسے آکر ثناء کو بتاتا ہے ۔ ۔ جسے وہ اگلے ہفتے جا کر اپنے استانی کو پیش کرتی ہے اور ثنا کی کافی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے ۔ ۔

اس کے بعد عامر گھر واپس آجاتا ہے اور اپنے والدین کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیتا ہے ۔ ۔ دو دن بعد بھی بشیر صاحب کا فون آتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ تم نے کل مجھے ملنا ہے پھر وہ جا کر ان سے ملتا تو وہ کہتے ہیں کہ تم نے کل کوہ ہمالیہ کی طرف روانہ ہونا ہے اور ہاں وہاں سے جا کر سلاجیت لے کر آنی ہے

عامر : وہ کس لیے ؟

بشیر صاحب ؛ یار میرے ایک دوست کی طبیعت خراب ہے اور اس حکیم نے سلاجیت کھانے کا مشورہ دیا ہے ۔ ۔ اور حکیم صاحب نے بتایا کہ سلاجیت پہاڑوں سے ملتی ہے اور وہاں پر تمہیں ایک پٹھان بھائی ملے گا تم نے اسے جا کر ملنا ہے اس کا نام سلیم ہے ۔ ۔

عامر : ٹھیک ہے

اس سے اگلے دن وہ کوہے مالیہ کی طرف روانہ ہوتا ہے اور وہاں پر جا کر پٹھان سے ملتا ہے

عامر : السلام علیکم

سلیم : و علیکم السلام

تم کدھر سے آئی ہو ؟

عامر ؛ جی میں لڑکا ہوں

سلیم ؛ وہی تو میں نے پوچھا کہ کدھر سے آئی ہو ؟

عامر : جی میں ساہیوال کے قریب ایک گاؤں میں رہتا ہوں اور مجھے بشیر صاحب نے سلاجیت لینے کے لیے بھیجا ہے

سلیم : اچھا تو بشیر نے تم کو یہاں بھیجی ہے۔۔

دیکھو یہاں پر سلاجیت آسانی سے نہیں ملتی جہاں پر برف باری ہوتا ہے اور پہاڑ پر برف پڑتا ہے سلاجیت کو ڈھونڈنا پڑتی۔ ابھی بیٹھو میں کھانے کے لیے کچھ لے کر آتی ہوں

عامر : جی ٹھیک ہے

پھر وہ کھانے کے لیے کچھ لاتا ہے اور ساتھ میں کوٹ ہوتا ہے جو کافی گرم ہوتا ہے اور وہ عامر کو دیتا تھا کہ عامر کو سردی نہ لگے

سلیم : ہم کل سلاجیت ڈھونڈنے کے لیے جائے گی تم بھی ہمارے ساتھ جائے گی میرا بیوی سے اجازت مانگنا ہے

عامر : جی ٹھیک ہے (دل میں سوچتا ہے یہاں اردو کے پروفیسر بھی پاگل ہو جائیں گے ان کے مذکر مونث سیدھے کرتے کرتے، خیر جو بھی ہو) اس سے اگلے دن وہ سلاجیت کو ڈھونڈنے کے لیے جاتے ہیں اور سلاجیت کو ڈھونڈ لیتے ہیں اور عامر سلاجیت لے کر واپس آجاتا ہے اور بشیر صاحب سے کہتا ہے

میں تمہارے لیے سلاجیت لایا ہوں.. کیا تم اس سے قبول کرتی ہو؟

بشیر صاحب (ہنستے ہوئے)

سلاجیت لیتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ ثناء گھر پر ہے اور وہ کہہ رہی تھی کہ اسے تم سے کوئی کام ہے وہ اپنی امی کے ساتھ کمرے میں بیٹھی ہے وہاں پر جا کر اس سے پوچھ لو

عامر : جی اچھا

اس کے بعد وہ اس سے پوچھنے کے لیے کمرے میں جاتا ہے اس کی والدہ کی صحت کے بارے میں پوچھتا والدہ بالکل تندرست ہو چکی ہوتی ہے اور ثناء عامر سے کہتی ہے کہ ہمارے کالج میں اس سال مختلف قسم کے پروگرام ہو رہے ہیں اور میں نے تمہارا نام قوالی میں لکھوا دیا ہے اب تم نے قوالی گانی ہے

عامر : پر قوالی کی تو پریکٹس کرنا پڑتی ہے اور وہ تو کئی سالوں کی پریکٹس کے بعد ہی آتی ہے

ثناء : یہاں پر جتنے بھی حصہ لے رہے ہیں سبھی بتندی ہیں کسی کو کچھ پتہ نہیں بس تم نے سپیکر کے سامنے بولنا ہے اور،، پھر ساز تو پچھلوں نے بجانا ہے اور تم نے پہلے تقریر بھی تو کی ہے اس لحاظ سے تمہارا کچھ تجربہ بھی ہے

عامر : پر ثناء تم نے مجھ سے پوچھے بغیر ہی میرا نام لکھوا دیا

ثناء : پلیز قوالی گا دینا تم اگر قوالی میں جیت جاؤ گے تو میری تھوڑی سی عزت میں اضافہ ہو جائے گا۔۔ پلیز یہ کام کر دو میں دوبارہ ایسا کچھ نہیں کروں گی

اب وہ کہہ بھی کیا سکتا تھا۔۔ جس کے لیے اتنا کچھ کر رہا تھا اس کے لیے قوالی بھی کرنا پڑ گئی تو کیا ہوا!!!

عامر؛ جی ٹھیک ہے مگر قوالی کروں گا مگر اتنا تو بتاؤ کہ قوالی گانے والی کرنی ہے یا کے کوئی اور؟

ثناء : غم والی قوالی کرنے والے اکثر جیت جاتے ہیں اس لیے تم نے غم والی قوالی کرنی ہے اور تمہاری آواز میں درد ہونا چاہیے تاکہ ججز تمہیں پہلے پوزیشن دیں اور ہاں اگر تمہاری پہلی پوزیشن آئی تو میں تمہیں تحفہ بھی دوں گی

عامر : اس کی تو کوئی بات نہیں میری پہلی پوزیشن آئی تو میں تمہیں تحفہ دوں گا تم مجھ سے
قبول کر لینا

ثناء : جب دل چاہے تحفہ دے دینا اور ابھی وقت ضائع نہ کرو اور کوئی قوالی ڈاؤن لوڈ کر کے
سنو اور اس کی پریکٹس کرو

عامر؛ جی ضرور، اور مقابلہ کس دن ہے ؟

ثناء : آج سے چار دن بعد

عامر : ٹھیک ہو گیا

عامر قوالی ڈاون لوڈ کرتا ہے "چرخے دے ہر ہر گیڑے" اور اس پر پریکٹس کرتا ہے
سارا دن "سارے گا ما پا دا نسا" کرتا ہے مگر کچھ نہیں بنتا، ظاہر ہے قوالی کرنا آسان کام
نہیں، سارے رے رے گا گا ما ما پا دا نسا، مگر یہ کام اتنا آسان نہیں، چار دنوں میں 50
گھنٹے پریکٹس کرتا تب جا کر صرف سارے گا ما پا دا نیسا، یاد ہوتا ہے مگر درد پیدا نہیں ہوتا
پھر وہ سوچتا ہے کہ کسی طرح تو پہلی پوزیشن لینی ہو گی اس طرح تو وہ لے ہی نہیں سکتا پھر اس
کے ذہن میں ثناء کے الفاظ آ جاتے ہیں)

قوالی میں درد ہونا چاہیے،

پہلا تاثر آخری تاثر، درد پیدا کرنا ضروری ہے کیونکہ ججز نے درد کو دیکھنا ہے ٹھیک ہو گیا
وہ ایک اور قوالی ڈاؤن لوڈ کرتا ہے اور اب وہ پڑھی جائے گی مقابلے میں درد کے ساتھ
اور اگلے دن مقابلہ شروع ہو جاتا ہے عامر کا نمبر 10 لوگوں کے بعد آنا ہوتا ہے اور اس
سے پہلے تین قوالوں کو سنتا ہے وہ کافی اچھا سارے گا ما پا دا نہیں کر رہے ہوتے ہیں۔۔ مگر
واقعی بات سچی ہوتی ہے ان میں سے کوئی بھی پیشہ ور قوال نہیں ہوتا اور وہ سب بتدی ہوتے
ہیں۔۔ مگر جب عامر ججز کی طرف دیکھتا تھا وہ قوالوں کے بارے میں یہی خیال کر رہے
ہوتے کہ ان کے چہروں پر وہ درد نہیں جو قوالی کے وقت ہونا چاہیے۔۔ یہ ججز صرف درد
دیکھ کر پہلی پوزیشن دیں گے اس کے بعد صرف ایک ہی قوال ہوتا ہے اور باقی 10 پہلے
ہوتے ہیں اور دو لوگ اور قوالی گا چکے ہوتے ہیں سب کی قوالیاں اچھی ہوتی ہیں وہ پیش بھی
اچھے طریقے سے کر رہے ہوتے ہیں۔۔ مگر قوالی غم والی اور چہرے پر اتنا غم نہیں ہوتا پھر
وہ سوچتا ہے آج ایسا درد چہرے پر نظر آنا چاہیے کہ یہ ججز مجھے ہی پہلی پوزیشن دے

اس کے بعد وہ باہر جاتا ہے اور وہاں سے چار روٹیاں لیتا ہے اور جلدی سے کھا جاتا ہے پھر ایک بوتل لیتا ہے اسے پی لیتا ہے اوپر سے چائے پی لیتا ہے اوپر سے لسی پی لیتا ہے ساتھ میں تھوڑا سا اچار کھا لیتا ساتھ میں ایک نان کو بہت مشکل سے نگلتا ہے جس سے پیٹ میں درد پہنا ہونا شروع ہو جاتا ہے منٹ صرف تین گزرتے ہیں اور پیٹ کے درد سے اس کا چہرہ سرخ ہونا شروع ہو جاتا ہے جب وہ واپس مقابلے والی جگہ پر جاتا ہے تو نویں قوال لگا ہوتا ہے جس کے بعد اس کا نمبر آتا ہے اور اس کے پیٹ کا درد بھی عروج پر ہو جاتا ہے اور جیسے ہی نواں قوال اپنی قوالی ختم کرتا ہو تو ججز عامر کو بلاتے تو عامر فورا پہنچ جاتا ہے اور وہ پوچھتے ہیں کہ کیا سنانا ہے

عامر : کوئی مرے دل دا حال نہ جانے اور ربا

ججز : جی سنائیں

پچھلے اس قوالی کا میوزک بناتے ہیں اور وہ جیسے ہی سارے گاما سے شروع کرتا تھا پیٹ کے درد سے چہرہ پوری طرح سرخ ہو جاتا ہے ججز اس طرح چہرہ کو دیکھ کر حیران ہو رہے ہوتے ہیں ہوتی ہیں اور پھر جیسے ہی عامر گاتا ہے : کوئی میرے دل دا حال نہ جانے اور ربا،

تو پیٹ میں درد کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں ہو ججز اس کی طرف دیکھ کر قوالی کے تمام نمبر عامر کے لیے لکھ دیتے ہیں۔۔

اس نے قوالی کرتے وقت ہاتھ تو دل پر رکھا ہوتا ہے مگر دل میں درد نہیں ہو رہا ہوتا بلکہ درد پیٹ میں ہو رہا ہوتا ہے۔۔ اور جیسے ہی قوالی ختم ہوتی ہے وہ بھاگتے ہوئے واش روم کی طرف جاتا یے مگر ججز اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اسے اتنا غم ہے کہ وہ اپنے دل کے غم کو قابو میں نہیں رکھ سکا اور اپنی آنسو پونچھنے کے لیے باتھ روم میں گیا ہے۔ عامر واش روم جا کر ضروری کام کر کے اپنی آنسو پونچھ کر واپس آجاتا تو پیٹ کا درد بھی ختم ہو جاتا اور تمام ججز اس کے درد کو دیکھ کر اس کو پہلی پوزیشن دے دیتے ہیں اور دوسری پوزیشن اس کے بعد جس کا نمبر ہوتا ہے اس کی ہوتی ہے اور تیسری پوزیشن پانچ نمبر والے قوال ہوتی ہے اور عامر جیسے ہی پہلے پوزیشن لے کر آتا تو ہے تو ثنا بہت خوش ہوتی ہے اور عامر کو

"کلائی واچ" تحفے میں دیتی ہے، اور عامر اس سے کہتا ہے

تمھارا تحفہ میں نے خرید کر رکھا ہے، باہر کار میں ہے، اور یہاں سے میرے ساتھ ہی گھر جانا

ثناء : بالکل جناب میرے ابو نے بھی یہی کہا ہے کہ آج میں تمہیں اپنے ساتھ گھر لے کر آؤں اس کے بعد وہ باہر آتے ہیں ۔ ۔اور عامر نے ثناء کو طوطے رنگ کا شلوار قمیض تحفہ میں پیش کرتا جسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوتی ہے اور عامر سے پوچھتی ہے کہ تم نے اتنا درد کیسے پیدا کیا؟

عامر (ہنستے ہوئے) وہ سب کچھ بتا تا ہے ، پھر وہ دونوں ہنسنے لگتے ہیں اور اس کے بعد وہ ان کے گھر چلے جاتے ہیں وہاں پر بشیر صاحب عامر کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں اور عامر کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں

عامر : السلام علیکم

بشیر صاحب : وعلیکم السلام

بیٹا عامر اج تمہاری اخری ازمائش ہے جب میں نے تمہیں دینی ہے اس کے بعد تمہاری منگنی ثناء سے کر دوں گا اگر تم اس آزمائش میں کامیاب ہو گئے اور اگر کامیاب نہیں ہو تو تمہیں بہت سی اور آزمائشیں میں نے دینی ہے کیونکہ بیٹا تم نے بہت محنت کی ہے جو ہم نے کہا ہے وہ تم نے کیا ہے ۔ ۔ اس لیے ثناء کا رشتہ میں تم سے ہی کروں گا مگر اب تمہارے ہاتھ میں یا تو اس ایک آزمائش میں کامیاب ہو جاؤ اور اس کو حاصل کر لو یا پھر تمہیں ایک سال تک اور انتظار کرنا پڑے گا اور اس طرح میں تمہیں آزمائش دوں گا پر تمہیں پہلے ہی تین سال گزر گئے ہیں اس لیے تم سارے کا سارے دھیان اس آزمائش کو پورا کرنے میں لگاؤ اور اس میں کامیاب ہو جاؤ یا پھر ایک سال اور انتظار کر لو

عامر : جی آزمائش کیا ہے ؟

بشیر صاحب : ایم این اے کا الیکشن ہو رہا ہے اور باقی گاؤں میں تو زیادہ لوگ جیت جاتے ہیں مگر چک شفیع اور سلیم کوٹ میں آج تک کوئی نہیں جیتا

یہاں پر کئی ایم ۔ این ۔ اے ۔ آئے اور اپنا گلا تقریر میں خراب کر کے چلے گئی کئی ایم ۔ این ۔ اے ۔ پکی سڑکوں کے وعدے دے کر تھک ہار کر چلے گئے مگر عوام نے ووٹ نہیں دیا پانی کی ترسیل ہر چیز کی سہولت کے وعدے دے کر گئے جن میں بجلی گیس سڑکیں نئے کھال بنانا سب ٹکریں مارتے مارتے گئے ، مگر عوام نے کسی کو ووٹ نہیں دیا اور وہ سب ہار گئے ، ، اس لیے ان دونوں گاؤں سے جیتنا یا ووٹ لینا نام و نشان نظر نہیں آتا ہے اب اگر تم ہمیں وہاں سے ووٹ لے دو تو ثناء تمہاری ۔ ۔

عامر : ووٹ لینا تو لعنت جیسا کام ہے ، آج کل کے سیاستدانوں کی کوئی عزت نہیں ہر دوسرا بندہ انہیں گالیاں دیتا ہے کوئی شریف بندہ الیکشن میں کھڑا نہیں ہوتا

بشیر صاحب : میں تمہاری بات سے متفق ہوں اور علامہ اقبال رحمت اللہ علیہ بھی یہی فرما کر گئے ہیں مگر بس تم اک دفعہ جیت دلا دو اور میں وعدہ کرتا ہوں دوبارہ کبھی الیکشن نہیں کروں گا

اس بار میں پارٹی پر روپیہ لگا بیٹھا ہوں ۔ ۔ اگر میری پارٹی نہیں جیتی تو میں کنگال ہو جاؤں گا میری بیٹی کی پڑھائی رک جائے گی بس ایک بار تم جیت لا دو کیونکہ تم جو بھی کام کرتے ہو کسی نہ کسی فن سے کرتے ہو

وہ مختلف ذرائع سے پتہ کرواتا ہے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ یہاں پر سب سے زیادہ فروخت صرف تین چیزوں کی ہوتی ہے۔۔ چائے کی پتی، دودھ، چینی یا گڑ (سلیم کوٹ)۔۔۔ پان کھانا یا جوے کا نمبر لگانا (چک شفیع)۔۔
پھر وہ مختلف لوگوں کو مہمان کے طور پر وہاں بھیجتا ہے تو ان کو مہمان نوازی میں چائے خصوصی طور پر پیش کی جاتی ہے۔۔
پھر وہ سلیم کوٹ کچھ لوگوں کو بھیجتا ہے جو وہاں پر ڈیری فارم کی صورتحال کا معائنہ کرتے ہیں اور بہت مایوس ہوتے ہیں کیوں کہ وہاں پر ڈیری فارم بہت کم ہوتے ہیں۔۔ اس لیے زیادہ تر جو لوگ چائے سے رہے ہوتے ہیں وہ قہوہ ہی ہوتا ہے۔۔ جس سے وہاں کے لوگوں کی صحت بھی خراب ہو رہی ہوتی ہے۔۔
لیکن چائے پینا یہاں پر نسل در نسل سے چلا آرہا ہوتا ہے۔۔ حتیٰ کہ تین سال کے بچے سے شروع ہو کر اسی سال کے بزرگ تک سبھی اس کے شوقین ہوتے ہیں۔۔ اگرچہ دونوں گاؤں کی مالی حالت اتنی اچھی نہیں ہوتی اور روزگار کے مواقع بھی بہت کم ہوتے ہیں مگر ان لوگوں کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔۔۔ کیوں کہ وہاں کے لوگ صرف آج کے دن کا سوچتے ہیں۔۔ اس سے آگے انھیں کوئی مطلب نہیں۔۔
اس کے ساتھ چک شفیع میں پان کھانا اور جوا کھیلنا بھی شامل ہوتا ہے۔۔
اس صورتحال کو پیش نظر رکھتے ہوئے
عامر سلیم کوٹ پہنچ کر
"اے گاؤں والو صرف دس منٹ میری بات سن لو پھر اپنے اپنے کاموں پر چلے جانا" (لوگ وہاں پر جمع ہو جاتے ہیں
عامر
"ہمیں پکی سڑکیں نہیں چاہیے ہمیں کھال نہیں چاہیے ہمیں بجلی سے کوئی مطلب نہیں ہمارے باپ دادا بجلی استعمال نہیں کرتے تھے ہمیں مطلب جس چیز سے ہے وہ چیز جو ہمارے بزرگ استعمال کرتے رہے وہ جو ہمیں وراثت میں ملی وہ جو ہم استعمال کر رہے ہیں وہ جو ہم اپنے بچوں کو وراثت میں دے رہے ہیں اور وہ ایک ہی چیز ہے"
اور وہ ہے "چائے" اور صرف "چائے"
ہم نے آج اس چائے والے ہوٹل کا آغاز آپ کے لیے اس گاؤں میں کر دیا ہے جو بھی شخص ہماری پارٹی کو ووٹ دے گا یا کہ آسان الفاظ میں جو بھی نشان لگائے گا جھنڈے پر (اس خاندان کو) اسے ڈنڈے والی چائے مفت دی جائے گی پورے ایک سال تک، وہ جتنی بار چاہے یہاں سے چائے پی سکتا ہے
یہ بات سن کر سلیم کوٹ والی عوام کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور سارے چھوٹے بڑے یکجا کہنے لگے ہمارے ووٹ سارے کے سارے آپ کی پارٹی کے ہیں
اک بزرگ بولا: میرا ووٹ میری بیٹی کا ووٹ میرے بھائی کا ووٹ ہے میری تائی کا ووٹ ہے بلکہ ہمارے خاندان کا ووٹ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپ کا ہی ہے،
بیٹا تم پہلے انسان ہو جس نے ہماری خواہش کو پورا کیا ہے

پھر چک شفیع میں، لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا

"یہاں پر جو بھی پان کھانے والے ہیں وہ ایک طرف ہو جائیں اور جو لوگ نمبر لگاتے ہیں ایک طرف ہو جائیں"

پان کھانے والوں کو ہم پورا ایک سال تک بالکل مفت پان دیں گے ہم اس کا افتتاح آج سے آپ کے گاؤں میں کر رہے ہیں پہلے پان کھائیے پھر ووٹ دیجیے اور جو لوگ نمبر لگاتے ہیں ان کو ہم نمبر بتائیں گے جو اس بار ضرور لگے گا پہلے نمبر لگائیے پھر ووٹ دیجیے

اور یہاں کی عوام کا شور شرابا سلیم کورٹ سے بھی زیادہ ہوتا ہے اور ٹھیک تین دن بعد جب الیکشن ہوا تو ان دونوں گاؤں میں سارے کے سارے ووٹ بشیر صاحب کی پارٹی کو ملے صرف ایک بزرگ کی آنکھیں کمزور تھیں اور وہ ساتھ والے پر مہر لگا آیا۔۔

باقی پارٹی اتنے دھوم دھام سے جیتی کہ اخیر ہو گئی

بشیر صاحب یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور جب عامر نے پارٹی کو جیت دلوا دی تو اسے لڈو کھلائے گئے اس کے بعد بشیر صاحب اپنے گھر واپس آ گئے اور عامر بھی شام کو ان کے گھر کی طرف روانہ ہوا تھا کہ اب ان سے کہہ سکے کہ ثناء کی منگنی اور پھر اسی میں شادی کروائی ہے

جیسے ہی وہ ان کے گھر پہنچا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر ہنسنے کی آوازیں آ رہی تھی جیسے ہی عامر اندر داخل ہوا تو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کے والدین بشیر صاحب کے پاس بیٹھے گپیں لگا رہے ہیں

بشیر صاحب: آؤ بیٹا، بیٹھو

وہ وہاں پر جا کر بیٹھ جاتا ہے اور نظروں کی زبان سے اپنے والدین سے بات کرتا ہے کہ وہ یہاں پر کیسے آئے ہیں؟

بشیر صاحب: ہمارے اس بیٹے نے بڑی محنت کی ہے

عامر کے والدین: بشیر صاحب میں نے آپ کو بچپن میں ہی بتا دیا تھا کہ عامر بہت محنت کرنے والا لڑکا بنے گا مگر اس کو کچھ دوستوں کے ماحول نے خراب کر دیا تھا مگر ہم آپ کے بہت شکر گزار ہیں

عامر: جی میں آپ کی بات نہیں سمجھا

بشیر صاحب: آج ہمارے بیٹے کو سچ بتا دینا چاہیے

عامر: جی کیسا سچ؟

عامر کے والدین (ہنستے ہوئے)

بشیر صاحب، آپ ہی بتائیے

بشیر صاحب: جی ضرور

عامر بیٹا جب تم تین تین سال کی عمر میں تھے تو تم سارا دن ثناء کے ساتھ کھیلتے رہتے تھے اور تم کبھی ہمارے گھر پر آ کر رہتے تھے کبھی اپنے گھر واپس چلے جاتے تھے کبھی ثناء تمہارے والدین کے گھر چلی جاتی تھی اور وہاں پہ سو جاتی تھی اور تم ایک دوسرے کے ساتھ بہت سارا وقت گزارتے تھے اور تقریبا دو سال تک یہی سلسلہ چلتا رہا

اس کو دیکھ کر تمہارے والدین نے کہا کہ یہ ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح سے سمجھتے ہیں یہ بچپن سے ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھ رہے ہیں اور اگر یہ دونوں ایک ہی ساتھ جوان ہوں گے تو جتنا پیار ان دونوں میں ہوگا اتنا کسی اور میں نہیں ہوگا

(عامر حیران ہو کر مگر خاموشی سے سنتا ہے)

اور یہ ایک دوسرے کے ساتھ ساری زندگی خوش رہیں گے اس لیے ہم نے ان کی منگنی کر دیتے ہیں،

اور جب بھی یہ جوان ہوں گے تب ان کی شادی کر دیں گے

اور پھر آپ ہی بتائیے

عامر کے والدین : پھر کچھ حالات ایسے ہوئے کہ منگنی کے بعد بشیر صاحب کو شہر جانا پڑا اور ہمیں گاؤں میں رہنا پڑا مگر بشیر صاحب سے ہم ہمیشہ ہی رابطے میں رہے اور اس طرح سال گزرتے گئے حالات اچھے ہوتے گئے اور تم دونوں جوان ہو گئے مگر تم دونوں کو ہم نے ایک دوسرے سے دور رکھا تاکہ ہم آزما سکیں کہ تم دونوں میں وہ بچپن والا پیار جو ہمارا دل مانتا تھا ہمیشہ قائم رہے گا ایک دوسرے سے دور رہنے کے بعد ایک دوسرے کو دیکھے بن قائم ہے یا نہیں،

پھر اپ ہی بتائیے

بشیر صاحب : اور بیٹا جس دن تم مجھ سے ثناء کا رشتہ مانگنے آئے تھے اور میں نے کہا تھا کہ اس کی منگنی ہو چکی ہے اور اگر تم اس کے لیے کوشش کرو گے تو ہم پرانی منگنی والوں سے منگنی توڑ دیں گے اور تم سے منگنی کر دیں گے ہم نے تو تمہیں اسی دن پہچان لیا تھا کہ تم سے ہی اس کی منگنی ہوئی ہے مگر ہم یہ جاننے کی کوشش کر رہے تھے کہ تمہیں پتہ ہے یا نہیں؟

مگر تمہیں بھی صرف اتنا ہی پتہ تھا کہ تمہاری منگنی ہوئی ہے یہ پتہ نہیں تھا کہ کس کے ساتھ

اور تمہارے والدین نے کہا تھا کہ تم بہت محنت کرنے والی لڑکے ہو میں نے سوچا کہ تھوڑا آزما بھی لیتے ہیں اور میں نے تمہارے ابو کو بھی اس بات کا اسی دن بتا دیا تھا اس لیے جیسے ہی تم نے جا کر تمہارے ابو کو کہا تو وہ جان بوجھ کر تھوڑی سی نہ کرنے لگا تھا تا کہ تم سمجھ جاؤ

مگر تم نہیں سمجھے اور پھر جا کر تم نے اپنی امی سے کہا اور انھوں نے آگے تمہارے ابو سے اور وہ مان گئے

تمہارے والدین بہت خوش تھے کیونکہ جو انہوں نے سوچا تھا وہ سچ ہو رہا تھا تمہارے بچپن کے پیار نے ثناء کو ڈھونڈ لیا ہے اس کا مطلب تمہارا بچپن کا پیار سچا تھا ثناء کے ساتھ ، اور تمہارے والدین اس بات پر بہت خوش تھے مگر میں آزمانا چاہتا تھا کہ تم اس سے کتنا پیار کرتے ہو ، ، اور یہ بھی آزمانا چاہتا تھا کہ میری بیٹی بھی تم سے پیار کرتی ہے یا نہیں ؟

کیا وہ بچپن کے پیار کو بھول گئی ہے ؟ یا کہ اسے بھی تھوڑی سی کشش ہے تم میں ، اس لیے میں نے اپنی بیٹی کو بھی نہیں بتایا کہ اس کی منگنی تم سے ہو چکی ہے تم اپنی کوشش میں کامیاب رہے بیٹا ، پھر میں نے ثناء کو جان بوجھ کر اس کی ممانی کے گھر بھیجا یہ دیکھنے کے لیے کبھی تم سے بات کرتی ہے یا نہیں ؟

اور وہی ہوا جو میں نے سوچا تھا

اس کے دل میں بھی وہی بچپن کا پیار موجود تھا اور وہ بھی تم سے بات کرنے کے لیے بے چین ہونے لگی جب وہ تم سے ممانی کے فون سے بات کرتی تھی تب اس کی ممانی مجھے سب کچھ بتاتی تھی کہ کس طرح تم ایک دوسرے سے بات کرتے ہو

بیٹیا

(اتنے میں ثناء آجاتی ہے)

بشیر صاحب (ثناء کو دیکھتے ہوئے)،

یہ ہے ہماری لاڈلی بیٹی

عامر کے والدین؛ ہم نے اسے بارہا دیکھا ہے، چاند کا ٹکڑا ہے۔۔

بشیر صاحب (ثناء سے) : عامر کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔۔

ثناء (تھوڑا دور بیٹھتی ہے) تو بشیر صاحب کہتے ہیں

اس کے قریب بیٹھو

ثناء : جی میں قریب ہی بیٹھی ہوں

بشیر صاحب؛اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤ

ثناء (شرماتے ہوئے) جی

بشیر صاحب : اب مجھے دیکھ کر شرما رہی ہو اور ممانی کے گھر میں تو تم دونوں بہت بہت قریب ہوتے تھے۔،

اب کندھے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤ

(اس کے بعد وہ عامر کے ساتھ بیٹھ جاتی ہے اور عامر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتا ہے)

اور وہ بھی نظروں سے یہی پوچھنے کی کوشش کر رہی ہوتی ہے کہ یہ لوگ کون آئے بیٹھے ہیں اور ابو مجھے آج اتنی آزادی کیوں دے رہے ہیں؟

اتنے میں بشیر صاحب بولتے ہیں اور اپنی بیٹی سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں

"بیٹی میں جانتا ہوں کہ تم کیا پوچھنے کی کوشش کر رہی ہو"

میں سب کچھ وہی بتا رہا ہوں

تو میں بات کر رہا تھا۔۔۔

عامر؛ ہم کس طرح سے اک دوسرے سے بات کرتے ہیں

بشیر صاحب : ہاں، جب تم ایک دوسرے سے چھپ چھپ کر ممانی کے گھر میں ملتے تھے مجھے سب پتہ تھا اور یہ تم سے بات کرنے کے لیے تڑپتی تھی موبائل کے بغیر، مجھے سب پتہ تھا (ثناء یہ سن کر شرمانے لگتی ہے)

ہمیں سب پتہ تھا بیٹا اور ہم یہی چاہتے تھے کہ تم ایک دوسرے سے ملو بات کرو تاکہ ہمیں بھی علم ہو سکے کہ جو ہمارے دل میں ہے وہ سچ ہے یا نہیں؟

اور آج ہمیں یقین ہوا ہے کہ وہ سچ ہے تم ایک دوسرے کے مزاج کو بچپن میں بھی اتنا ہی سمجھتے تھے جتنا آج سمجھتے ہو۔۔

تم ایک دوسرے کے ساتھ ہی خوش رہ سکتے ہو کوئی دوسرا نہیں رہ سکتا۔۔

ثناء بچپن سے ہی تمہاری تھی بیٹا اور آج بھی تمہاری ہے اس کو بچپن میں تم نے اپنے پیار سے حاصل کیا تھا جو کہ تم دونوں کا ایک دوسرے سے تھا اور جوانی میں تم نے اس کو اپنی کوشش سے بھی حاصل کر لیا ہے اور کسی بھی چیز کو پیار یا محنت سے حاصل کیا جاتا ہے مگر تم نے دونوں سے حاصل کیا ہے اس لیے تم سے زیادہ اس کا کوئی حقدار نہیں تھا نہ ہے نہ ہوگا۔۔

ابھی تم دونوں (ثناء اور عامر) باہر جاؤ اور گھوم پھر لو اور اک دوسرے سے کھل کر باتیں کرو اور اک دوسرے کے ساتھ جا کر بازار سے شاپنگ کرو، تمہاری چھ دن بعد شادی ہے

یہ سنتے ہی وہ دونوں خوشی سے اٹھ کر جھومتے ہوئے اپنے والدین کے گلے لگ جاتے ہیں اور پھر وہ انہیں پیار کرتے ہیں اور پھر ایک ہفتے بعد ان دونوں کی شادی ہو جاتی ہے مگر عامر اس سے ایک سبق سیکھتا ہے کہ جو ہمارے والدین ہمارے بارے میں سوچتے ہیں وہ ہم کبھی نہیں سوچ سکتے ہو جو چیز ہمارے لیے طے کرتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں

اور پھر شادی کی رات، ثناء عامر سے کہتی ہے

مجھے تم سے اک کام ہے

عامر: آج بھی کوئی کام ہے؟

ثناء: ہاں، میری استانی نے کام دیا ہے

عامر: کیا کام دیا ہے؟

ثناء: بھوت والے بنگلے میں اک رات گزارنا

عامر: اپنی استانی سے کہنا کہ تم رات وہاں پر خود گزار لو میں چھٹی پر ہوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔۔

(مگر ثنا کی آخری بات سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ بشیر صاحب اور ثناء کی شادی سے پہلے والی آزمائشیں ختم ہو جاتی ہیں مگر شادی کے بعد والی آزمائشیں شروع ہو جاتی ہیں اور وہ بھی ایسی ہی ہوتی ہیں جیسے پچھلی بیان کی گئی مگر پھر بھی وہ ایک دوسرے کے ساتھ خوشی خوشی زندگی بسر کر رہے ہیں)

Sana Bashir